Atlantis Publications

ہولناک لمحے

محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	ہولناک لمحے
نمبر	شاہکار ناول!
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

دو باتیں

اسلام علیکم

یہ ہولناک لمحے کی دو باتیں ہیں، ان سے مقصد آپ کو ناول میں جکڑ کر رکھنا نہیں ہے۔ دراصل یہ پرانے ناول کی نئی دو باتیں ہیں۔ آج سے سترہ اٹھارہ سال پہلے جب ہولناک لمحے [illegible] تھا تب اس کی دو باتیں بھی لکھی گئی تھیں۔ اب جب فاروق احمد صاحب کا پروگرام نئے ناول "ہمشکل سازش" کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا ہوا تو انہیں اس کی پہلے والی دو باتیں پرانی پرانی لگیں انہیں نئی دو باتوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔

آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس لئے فاروق احمد صاحب نئی دو باتیں لکھوانے پر مجبور ہوئے اور میں ان کی خواہش پر نئی دو باتیں لکھنے پر مجبور ہوا۔ ان نئی دو باتوں میں شاید آپ کو کوئی نئی بات ڈھونڈنے سے مل سکے اور اگر مل جائے تو خوشی کی بات ہوگی۔ ویسے یار لوگوں کو میرے پرانے ناولوں کی پرانی پرانی دو باتیں میں بھی بہت سی نئی باتیں اب تک مل جاتی ہیں۔

آج کل نئے ناول کا ذکر سننے میں آرہا ہے۔ فائل کا دھماکہ واقعی دھماکہ ہی ثابت ہوا۔ اس ناول نے دوسرے نئے ناولوں کے دھماکوں کے امکانات پیدا کردیے ہیں، گویا ناول پھر سے زندہ ہورہے ہیں، پڑھنے والے پھر سے انگڑائی لے رہے ہیں۔ میری طرف سے انہیں یہ انگڑائی مبارک ہو۔ اس لئے کہ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے دو روٹی۔

اس ماہ کچھ دوستوں نے فون کرکے یہ پوچھنے کی زحمت کی کہ کیا میں واقعی اٹلانٹس پبلیکیشنز کے لئے ناول لکھ رہا ہوں، انہیں تو فون پر بتادیا، ان صفحات میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اٹلانٹس پبلیکیشنز سے میرے ہی لکھے ہوئے ناول شائع ہورہے ہیں۔ یہ ناول ضرب مومن کے دفاتر سے بھی آپ کو مل سکتے ہیں اور بک اسٹالوں سے بھی۔ کہیں سے نہ مل سکیں تو براہ راست اٹلانٹس پبلیکیشنز۔ ڈی 83 سائٹ کراچی اور اشتیاق احمد بازار لوہاراں جھنگ صدر سے بھی منگوائے جاسکتے ہیں۔ شکریہ

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	ہولناک لمحے
نمبر	شاہکار ناول 1
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

دو باتیں

السلام علیکم

یہ ہولناک لمحے کی دو باتیں ہیں، ان سے مقصد آپ کو ہول میں مبتلا کرنا نہیں ہے۔ دراصل یہ پرانے ناول کی نئی دو باتیں ہیں۔ آج سے سترہ اٹھارہ سال پہلے جب ہولناک لمحے لکھا گیا تھا تب اس کی دو باتیں بھی لکھی گئی تھیں۔ اب جب فاروق احمد صاحب کو یہ ناول نئے ناول "ہمشکل سازش" کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا خیال آیا تو انہیں اس کی پہلے والی دو باتیں پرانی پرانی لگیں انہیں نئی دو باتوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔

آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، اس لئے فاروق احمد صاحب نئی دو باتیں لکھوانے پر مجبور ہوئے اور میں ان کی خواہش پر نئی دو باتیں لکھنے پر مجبور ہوا۔ ان نئی دو باتوں میں شاید آپ کو کوئی نئی بات ڈھونڈے سے مل سکے اور اگر مل جائے تو خوشی کی بات ہوگی۔ ویسے یار لوگوں کو میرے پرانے ناولوں کی پرانی پرانی دو باتیں میں بھی بہت سی نئی باتیں اب تک مل جاتی ہیں۔

آج کل نئے ناول کا ذکر سننے میں آرہا ہے۔ فائل کا دھماکہ واقعی دھماکہ ہی ثابت ہوا، اس ناول نے دوسرے نئے ناولوں کے دھماکوں کے امکانات پیدا کردیے ہیں، گویا ناول پھر سے زندہ ہو رہے ہیں، پڑھنے والے پھر سے انگڑائی لے رہے ہیں۔ میری طرف سے انہیں یہ انگڑائی مبارک ہو۔ اس لئے کہ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے دو روٹی۔

اس ماہ کچھ دوستوں نے فون کرکے یہ پوچھنے کی زحمت کی کہ کیا میں واقعی اٹلانٹس پبلیکیشنز کے لئے ناول لکھ رہا ہوں، انہیں تو فون پر بتادیا، ان صفحات میں آپ کو بتارہا ہوں کہ اٹلانٹس پبلیکیشنز سے میرے ہی لکھے ہوئے ناول شائع ہو رہے ہیں۔ یہ ناول ضرب مومن کے دفاتر سے بھی آپ کو مل سکتے ہیں اور بک اسٹالوں سے بھی کہیں سے نہ مل سکیں تو براہ راست اٹلانٹس پبلیکیشنز۔ ڈی 83 سائٹ کراچی اور اشتیاق احمد بازار لوہاراں جھنگ صدر سے بھی منگوائے جاسکتے ہیں۔ شکریہ

اشتیاق احمد

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔*

سُنن ابنِ ماجہ شریف ، جلدسوم
صفحہ نمبر ۵۱ ، حدیث نمبر ۱۴۷

(* تکیہ لگا کر کھانا تکبر اور نخوت کی نشانی ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پرہیز کیا)

نازک دِن

پہاڑی پر بنے اس خوب صورت سے مکان میں داخل ہوتے ہی انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا — مکان پتھر کا بنا ہوا تھا جو پہاڑی کی عین چوٹی پر تھا۔ صرف ایک پتلی سی سڑک مکان تک جاتی تھی — مکان کے دوسری طرف، سیکڑوں فٹ گہری کھائی تھی۔ دائیں اور بائیں طرف کھائیاں تھیں، جس کا مطلب یہ تھا کہ اس مکان میں صرف دروازے کی طرف سے داخل ہوا جا سکتا تھا اور اسی راستے سے باہر آیا جا سکتا تھا — دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا —

اب سے ٹھیک دو گھنٹے پہلے وہ گھر بیٹھے ناشتا کرنے میں مصروف تھے — ناشتے کے بعد انسپکٹر جمشید دفتر جاتے اور وہ تینوں سکول — لیکن ابھی ناشتے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا — دوسرے ہی لمحے انہوں نے ان کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکتے دیکھی:

"یس سر، میں جمشید بول رہا ہوں، لیکن......" لیکن سے آگے

وہ کچھ نہ کہہ سکے، دوسری طرف کی بات سننے پر مجبور ہونا پڑ گیا۔
فون پر دوسری طرف اس وقت ملک کے صدر بات کر رہے تھے۔
ابھی ابھی انہوں نے یہ بتایا تھا کہ وہ کہاں سے بول رہے ہیں۔
انسپکٹر جمشید کو پہلی حیرت تو اس پر ہوئی کہ صدر صاحب یکایک اس مقام پر کس طرح پہنچ گئے — دوسری حیرت انہیں اس پر ہوئی کہ صدر صاحب نے انہیں کچھ پوچھنے کی مہلت نہیں دی اور اب وہ اپنی کہہ رہے تھے:

"سنو جمشید، کسی کو بھی یہ بتائے بغیر یہاں چلے آؤ — جنوبی سلسلے کی پہاڑیوں میں سے سب سے اونچی پہاڑی کی چوٹی پر تمہیں وہ مکان نظر آئے گا، جس میں اس وقت میں موجود ہوں — تم جس حال میں بھی ہو، بس فوراً روانہ ہو جاؤ — دیر ہونے کی صورت میں خطرہ بہت بڑھ جائے گا — اور ہاں محمود، فاروق اور فرزانہ کو ساتھ لانا نہ بھولنا — تم چاروں کے علاوہ کسی کو بھی یہ بات معلوم نہ ہونے پائے کہ تمہیں کس نے فون کیا ہے اور تم کہاں کے لیے روانہ ہو رہے ہو — تم اپنی جیپ پہاڑی کے دامن میں چھوڑ دینا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا — کئی سیکنڈ تک ریسیور انسپکٹر جمشید اپنے ہاتھ سے نہ رکھ سکے — آخر انہیں رکھنا ہی پڑا —

"بیگم، ذرا تم اندر چلی جاؤ — میں تمہاری عدم موجودگی میں ان تینوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں —" انہوں نے حد درجے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی! کیا مطلب؟" بیگم جمشید زور سے چونکیں — محمود، فاروق اور فرزانہ کے منہ بھی حیرت کی زیادتی سے کھلے رہ گئے، کیونکہ ایسا تو آج تک نہیں ہوا تھا کہ بیگم جمشید سے کوئی بات چھپائی گئی ہو۔

"یہ ایک بہت بڑی مجبوری ہے بیگم — میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا —"

"اچھا —" بیگم جمشید نے برا مانے بغیر کہا — اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں — یہی نہیں، انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ بھی بند کر لیا —

"فون، صدر مملکت کا تھا — ان کے الفاظ سن لو —" یہ کہہ کر انہوں نے ان کے الفاظ دہرا دیے — محمود، فاروق اور فرزانہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔

"تو پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"سوچنے کے لیے ہمارے پاس صرف پندرہ منٹ ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا —

"وہ کیسے ابا جان، انہوں نے آپ کو فوراً پہنچنے کے لیے کہا ہے۔ آپ کو پوری رفتار سے جیپ چلانا ہوگی — آپ کے خیال میں راستہ کتنے منٹ کا ہوگا؟" محمود نے سوال کیا —

"انتہائی تیز رفتاری سے چلیں تو راستہ دو گھنٹے کا ہے، لیکن ہم

س سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کروں گا اور ، ، اب پندرہ منٹ کم لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"ہوں، کیا آپ کے خیال میں صدر صاحب، کسی سیاسی چال میں آ گئے ہیں — مخالف گروہ نے کوئی چال چلی ہے اور وہ [illegible] پر اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ اب انہوں نے آپ کو بلایا ہے، تاکہ آپ کی مدد سے اس چال کو ناکام بنا دیں۔" فرزانہ نے خیال پیش کیا۔

"ہاں، اس کا زبردست امکان ہے۔ لیکن کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے۔"

"تو پھر ہو سکتا ہے کہ انہیں کسی دشمن ملک کی کسی سازش کا پتا چلا ہو اور وہ خفیہ طور پر وہاں پہنچ گئے ہوں۔" محمود نے کہا۔

"ہوں، یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے، پھر فاروق کی طرف مڑے:

"تم اپنا خیال نہیں بتاؤ گے؟"

"جی ہاں، کیوں نہیں۔ آئندہ چند ماہ تک ملک میں عام انتخابات ہونے والے ہیں — مخالف پارٹی ان دنوں عجیب و غریب حربے استعمال کر رہی ہے — کہیں انہوں نے کوئی نیا حربہ نہ استعمال کیا اور وہ روپوش ہونے پر مجبور ہو گئے ہوں۔"

"ہوں، یہ سبھی باتیں ہو سکتی ہیں، لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ان دنوں صدر صاحب کہاں ہیں، میرا مطلب ہے، اس وقت، تو وہ [illegible]

مستان میں موجود ہیں — تھوڑی دیر پہلے تک وہ کہاں تھے۔ سرکاری اعلان کے مطابق ان دنوں صدر صاحب ذہنی تھکن کا شکار ہیں اور ڈاکٹروں کے مشورے پر ایک پُر فضا مقام پر گئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارے شہر کے جنوب میں جو پہاڑیاں ہیں — انہیں پُر فضا مقام کا درجہ حاصل نہیں ہے — وہ بے آباد پہاڑیاں ہیں اور تقریباً عمودی ہیں — ان پر چڑھنے کی جرأت بس سرپھرے لوگ ہی کر سکتے ہیں — لہٰذا اس بات کا تو قطعاً کوئی امکان نہیں کہ صدر صاحب وہاں ٹھہرے ہوئے ہوں — گویا وہ ٹھہرے ہوئے کہیں اور تھے، اور انہیں آنا پڑا اس مکان تک۔ سوال یہ ہے کہ کیوں، جواب میں وہ تینوں باتیں کہی جا سکتی ہیں، جن کا اظہار تم کر چکے ہو — اس کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال صورت حال جو کوئی بھی ہے، خطرناک ہے؛ ورنہ وہ ہمیں بلانے کی بجائے اپنے مشیروں کو بلاتے۔"

"کیا آپ اپنا خیال ظاہر نہیں کریں گے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"نہیں، میں تمہیں اپنا خیال بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا۔" انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"گویا آپ کا خیال ہم سے مختلف ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں، یہی سمجھ لو اور اب اٹھو — کہیں ہمیں دیر نہ ہو جائے۔ کپڑے تبدیل کر لو۔"

"تو کیا آپ امی جان کو کچھ بتائے بغیر ہی جائیں گے؟" فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں، اس لیے کہ صدر صاحب کی ہدایت یہی ہے۔"

"لیکن میرے خیال میں انہیں بتا کر جانا مناسب رہے گا۔ خدا جانے وہاں حالات کیا ہوں۔"

"نہیں، میں صدر صاحب کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔ اب آؤ چلیں۔"

آخر وہ تینوں اپنے کمرے میں چلے گئے... تاکہ کپڑے تبدیل کر سکیں۔ انسپکٹر جمشید پہلے ہی کپڑے تبدیل کیے بیٹھے تھے۔ جلد ہی وہ باہر نکل آئے۔

"بیگم ہم ذرا ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں۔ تم دروازہ اندر سے بند کر لو۔"

ان کے الفاظ ختم ہوتے ہی اندرونی کمرے کا دروازہ کھلا اور بیگم جمشید آتی نظر آئیں — ان کا چہرہ تنا ہوا تھا — آنکھیں کسی گہری سوچ میں گم تھیں — انہوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا اور ان کے پیچھے چلتی ہوئی دروازے تک آئیں، پھر ان کے باہر نکلتے ہی انہوں نے کہا:

"خدا حافظ، میں آپ کی کامیابی کے لیے خدا سے دعا کرتی رہوں گی یہاں تک کہ آپ کامیاب و کامران لوٹ آئیں گے۔"

"شکریہ بیگم خدا حافظ۔" انسپکٹر جمشید اداس لہجے میں مسکرائے اور

پھر ان تینوں کی طرف مڑے۔

"میں یہ کہنا بھول گیا کہ تمہیں اپنے ہتھیار لے لینے چاہییں۔"

"ہم لے چکے ہیں ابا جان، کپڑے تبدیل کرتے وقت ہم نے کھلونے لے لیے تھے۔"

"فرزانہ، تم اپنا کلپ ہاتھ میں رکھو گی۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا۔

جس وقت وہ جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہوئے، ابھی صدر صاحب کا فون ملے صرف دس منٹ گزرے تھے — یعنی پندرہ منٹ میں سے بھی انہوں نے پانچ منٹ بچا لیے تھے — شہری حدود میں انسپکٹر جمشید نے ٹریفک کی خلاف ورزی نہیں کی — صرف یہ سوچ کر کہ کہیں کوئی ٹریفک سارجنٹ تعاقب میں نہ چلا آئے اور اس طرح اور وقت ضائع نہ ہو — لیکن شہری حدود سے نکلتے ہی انہوں نے تیز رفتاری کی انتہا کر دی — جیپ کئی کئی انچ اونچی سڑک پر اچھلنے لگی — محمود، فاروق اور فرزانہ پرسکون انداز میں بیٹھے رہے۔ ان کی بجائے اس وقت کوئی اور ہوتے تو مارے گھبراہٹ کے ان کا برا حال ہو جاتا —

آخر پورے ایک سو منٹ کے بعد وہ جنوبی پہاڑیوں تک پہنچ گئے۔ پہاڑی مکان انہیں دور سے ہی نظر آ گیا تھا؛ لہٰذا وہ رکے بغیر ادھر ہی چلے آئے تھے — پہاڑی کے دامن میں جیپ روک کر انہوں نے اندر بیٹھے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا — مکان کے آس پاس کوئی ذی روح

نظر نہیں آ رہا تھا — دُور دُور تک کسی شخص کا نام و نشان نہیں تھا۔

"حیرت ہے، کیا صدر صاحب یہاں تنہا آئے ہیں۔ اپنے باڈی گارڈوں کو بھی ساتھ نہیں لائے۔" فرزانہ بڑبڑائی —

"اس کا مطلب ہے، میرا ہی خیال درست ہے۔" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے۔

"اور آپ کا کیا خیال ہے؟" محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے، لیکن خدا کرے، میرا خیال غلط ہو۔" انہوں نے فکر مند ہو کر کہا — تینوں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔ ان کا رنگ اُڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ جیپ سے اُتر پڑے — تینوں نے ان کا ساتھ دیا — اب وہ اس راستے پر چڑھ رہے تھے جو مکان تک چلا گیا تھا۔ یہ راستہ انہوں نے پانچ منٹ میں طے کیا — گویا دو گھنٹے پورے ہو چکے تھے —

مکان کا دروازہ بند نظر آیا — انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دروازے پر دستک دی، لیکن کوئی جواب نہ ملا — اب انہوں نے ہاتھ کا دباؤ ڈالا، دروازہ کھل گیا — وہ پوری احتیاط سے اندر داخل ہوئے۔

اندر داخل ہوتے ہی انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا —

پتھروں سے بنا ہوا یہ کمرہ جس میں وہ دروازہ کھول کر داخل ہوئے تھے، بالکل خالی پڑا تھا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا — عجیب سا احساس جو انہیں ہوا، یہ تھا کہ کہیں ان کے ساتھ دھوکا تو نہیں ہوا، کسی نے صدر صاحب کی آواز کی نقل کر کے انہیں جال میں پھانسنے کی کوشش تو نہیں کی، لیکن مکان صرف ایک کمرے کا نہیں تھا — ابھی دوسرا کمرہ بھی تھا، سامنے دیوار میں انہیں اس کا دروازہ نظر آیا تھا — انہوں نے دائیں بائیں دیکھا اور پھر خدا کا نام لے کر آگے بڑھے — پہلے تو دروازے پر دستک دی اور پھر کوئی جواب نہ ملنے پر دروازے کو دھکیلا، پہلے دروازے کی طرح وہ بھی کھلتا چلا گیا — انہوں نے دیکھا، اس کمرے کے بیچوں بیچ ایک کرسی بچھی تھی۔ اس کرسی پر کوئی ان کی طرف منہ کیے بیٹھا تھا — اس کا سر کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا — اس کے علاوہ کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا؛ البتہ اس کمرے میں دائیں اور بائیں دو دروازے اور نظر آئے — تینوں تیزی سے آگے بڑھے اور کرسی کے سامنے پہنچ گئے — انہوں نے دیکھا، کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں تھے۔ یہ ایک لمبے قد کا آدمی تھا — چہرہ بھی لمبوترا تھا، ناک اوپر کو اٹھی ہوئی — یہ کسی طرح بھی صدر صاحب نہیں ہو سکتے تھے — وہ صدر صاحب کو بہت اچھی طرح پہچانتے تھے — انہیں اکثر دیکھ چکے تھے — معاملے کا سر پیر ابھی تک ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا — انہوں نے ایک دوسرے کی طرف

دیکھا۔ جیسے پوچھ رہے ہوں، اب کیا کریں — آخر انسپکٹر جمشید نے محمود کو دائیں طرف کے اور فاروق کو بائیں طرف کے دروازے پر پہنچنے کا اشارہ کیا۔ جب دونوں ان تک پہنچ گئے تو دستک دینے کا اشارہ کیا۔ دونوں نے ایک ساتھ دستک دی — اس پر بھی کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کی آنکھیں نہ کھلیں — دوسری طرف محمود اور فاروق نے ان دونوں دروازوں کو اندر سے بند پایا۔

"آخر میرا خیال ہی ٹھیک نکلا۔ تم تینوں کا خیال غلط ہو گیا۔" انسپکٹر جمشید بے چارگی کے عالم میں بڑبڑائے۔

"جی کیا مطلب؟" تینوں نے چونک کر کہا۔

"صدر صاحب کا فون ملنے کے فوراً بعد میں نے خود سے کہا تھا کہ جنوبی پہاڑیوں میں سے ایک پر بنے ہوئے مکان پر ٹیلی فون موجود ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ فون کسی اور جگہ سے کیا جا رہا ہے اور یہی بات ہوئی — میں نے یہاں کوئی تار آتے نہیں دیکھے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"تب پھر یہ سب کیا ہے؟"

"اب ان صاحب کو جگانا ہی ہوگا۔" انسپکٹر جمشید کرسی پر سوئے ہوئے آدمی کی طرف مڑے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ ہلے:

"میں سو نہیں رہا، بس آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔"

"شاید اس لیے کہ ہمیں دیکھ کر کہیں ڈر نہ جاؤ۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں، بلکہ اس لیے کہ کہیں تم میری آنکھیں دیکھ کر نہ ڈر جاؤ۔"

"اوہو، تو اتنی خون ناک ہیں تمہاری آنکھیں — کہاں سے خریدیں؟" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"وہیں سے — جہاں سے تم نے خریدی تھیں۔" اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں — انہوں نے دیکھا، وہ آنکھیں واقعی خوفناک تھیں۔ بہت موٹی موٹی اور [illegible] ہوئیں، رنگ بالکل سبز — لیکن درمیان میں خون کے ڈورے تیرتے ہوئے [illegible] انہوں نے ایسی آنکھیں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

"صدر صاحب کہاں ہیں — وہ فون کہاں سے کیا گیا تھا؟" جمشید [illegible] منہ بنا کر بولے۔

"ذرا [illegible] سے [illegible] پوچھے — [illegible] سب ساتھ آ جاتے ہیں — منہ بنانے [illegible] اور جوش [illegible] سے کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے [illegible] اور [illegible] آواز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید فوراً [illegible] کہ خود کو پرسکون رکھے بغیر کام نہیں چلے گا، چنانچہ بولے:

"بہت خوب [illegible] میں بالکل پرسکون ہوں، تم [illegible] کرو۔"

"تو پھر اب بیٹھ جاؤ — کھڑے کھڑے تھک جاؤ گے۔"

نیز بہت کام کرنا ہے — ان [illegible] آپ سامنے اشارہ کرتے ہوئے
[illegible] اس [illegible] جیسے [illegible] سامنے کرسیاں بچھی ہوئی ہوں۔ انسپکٹر
جمشید فوراً [illegible] پر [illegible] بیٹھ گئے — محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی
ان کا ساتھ دیا —

" صدر صاحب، بائیں طرف کے کمرے میں موجود ہیں — [illegible]
کوئی ان سے بات کرنا چاہے تو دروازے پر جا کر بات کر سکتا ہے۔
تالے کے سوراخ میں سے اندر کا منظر بھی دیکھا جا سکتا ہے — اندر
کا منظر دیکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ [illegible] اگر آپ کو کانوں پر یقین نہ
آئے تو آنکھوں پر تو آ ہی جائے گا — اس کے بعد صاف صاف
باتیں [illegible] کر سکیں گے اور [illegible] بھی ذرا دور سے ساری باتیں سنو
گے۔"

انسپکٹر جمشید چند لمحے تک اسے گھورتے رہے، پھر ایک جھٹکے سے
اٹھے اور بائیں دروازے پر پہنچے —

" جناب عالی! میں آپ کا خادم دروازے پر موجود ہوں [illegible]
آپ اندر تشریف رکھتے ہیں؟" انہوں نے قدرے بلند آواز میں کہا اور
پھر فوراً ہی آنکھ تالے کے سوراخ سے لگا دی — اندر سے مدھم آواز
ان کے کانوں میں آنے لگی:

" ہاں جمشید! میں اندر موجود ہوں — میرے کمرے کے دروازے
[illegible] کے چاروں [illegible] بم باندھ دیے گئے ہیں — [illegible] چار

لوہے کی سلاخیں باندھی گئی ہیں — یہ سلاخیں دروازے تک چلی گئی ہیں۔
ان سلاخوں کے سرے ڈائنامیٹوں سے صرف چوتھائی چوتھائی انچ کی
دوری پر ہیں — گویا دروازے کو ذرا دھکا لگا نہیں اور یہ سلاخیں
بموں سے ٹکرائی نہیں — ان کے ٹکراتے ہی بم پھٹ جائیں گے اور
میرے پرخچے اڑ جائیں گے — دوسرے یہ کہ اس وقت کمرے میں
میرے علاوہ چار آدمی موجود ہیں — ان چاروں کے پاس بھرے
ہوئے پستول ہیں — یہ اندر آنے والوں کو ان کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔"
یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے۔

" میں سمجھ گیا — سوال یہ ہے کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔"
" میں نہیں جانتا — انہوں نے اب تک مجھے کچھ نہیں بتایا۔
میں تو پُرفضا مقام پر آرام کر رہا تھا کہ یہ لوگ پُراسرار طریقے سے
میرے باڈی گارڈوں کو ختم کر کے مجھے اغوا کر کے یہاں لے آئے۔"
" اور فون آپ سے کس جگہ کرایا گیا؟"
" وہیں سے۔" انہوں نے کہا۔
" اچھی بات ہے، آپ فکر نہ کریں۔ میں ان کے سرغنہ سے
بات کرتا ہوں، آپ فکر نہ کریں۔"
" جو قدم بھی اٹھاؤ، میری اجازت کے بغیر نہ اٹھانا۔" صدر صاحب
بولے: " کیونکہ خدا جانے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"
" بہت بہتر، میں آپ کو بتائے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔" انہوں نے

کہا۔ اور بلے آدمی کی طرف مڑے:

"میں نے صدر صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ ان کی آواز کو بھی اپنے کانوں سے سن چکا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اندر صدر صاحب ہی موجود ہیں اور ان کے روپ میں کوئی اور شخص نہیں ہے۔ اگر اندر کوئی شخص ان کے میک اپ میں ہوتا تو میں فوراً بھانپ لیتا۔ دوسرے یہ کہ ان کی آواز کی نقل کو بھی میں فوراً محسوس کر لیتا: لہذا اب تم یہ بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو۔ اس سارے چکر سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

"یہی بتانے کے لیے تو تمہیں میں نے یہاں بُلایا ہے لیکن یہ بتانے سے پہلے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم میرا نام سن لو۔" اس نے کسی قدر فخریہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم نام بتانا ضروری خیال کرتے ہو تو سن لیتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں یہ ضرور بتانا پسند کروں گا کہ میں نے لوگوں کے نام سن کر ان کے رعب میں آنا نہیں سیکھا۔"

"ارے نہیں، تم غلط سمجھے۔ میں تم پر اپنا رُعب جمانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، صرف تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ ہاں تو مجھے لوگ آرٹی بناشا کہتے ہیں۔"

"یہ تو کسی ٹوتھ پیسٹ کا نام معلوم ہوتا ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ارے نہیں بھئی۔ اس کا نام بناکا ہے اور پھر اس کے ساتھ آرٹی نہیں لگتا۔" محمود نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

فرزانہ نے بھی کچھ کہنا چاہا، لیکن وہ اپنے والد کی طرف دیکھ کر گنگ ہو کر رہ گئی۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ وہ کافی فکر مند لگ رہے تھے۔ آرٹی بناشا کا نام سننے سے پہلے ان کے چہرے پر فکر اور پریشانی کے آثار اتنے واضح نہیں تھے۔ محمود اور فاروق نے بھی فرزانہ کی نظروں کے تعاقب میں ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر ان کا حال بھی فرزانہ جیسا ہوا۔ وہ انتظار کرنے لگے کہ انسپکٹر جمشید کیا کہتے ہیں۔

آخر کئی سیکنڈ کے بعد ان کے ہونٹ ہلے:

"تو کیا ہم اس وقت اپنے سب سے بڑے دشمن ملک کے سب سے خوفناک آدمی سے مخاطب ہیں۔"

"ہاں، تم ٹھیک سمجھے انسپکٹر جمشید، لیکن یہ کیا! تم تو میرے نام کے رعب میں آتے نظر آ رہے ہو۔" آرٹی بناشا نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"ہوں، تم ٹھیک کہتے ہو۔ خیر اب یہ بتاؤ تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد بہت گہرا ہے اور آج تمہاری زندگی کا ایک نازک دن ہے۔"

"نازک دن — کیا مطلب ؟" انسپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں
بولے۔

"نازک دن سے مطلب نازک دن ہی ہوتا ہے" آرٹی بناش
نے پُراسرار انداز میں کہا۔

اور کمرے میں موت کی سی خاموشی چھا گئی --- ان کے دل دھک
دھک کرنے لگے۔

دو راستے

"مسٹر آرٹی بناشا، میں سمجھ گیا کہ نازک دن سے مراد نازک دن
ہی ہوتی ہے — اب آپ یہ بتائیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں ؟"

"ضرور بتاؤں گا — یہ بتانے کے لیے ہی میں نے تمہیں تمہارے
صدر کے ذریعے یہاں بلوایا ہے"

"اگر کام صرف مجھ سے تھا تو صدر صاحب کو اس طرح یہاں
لانے کی ضرورت نہیں تھی — میں تو تمہارے ایک اشارے پر یہاں
آجاتا" انہوں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس صورت میں ہمارا مطلب حل نہ ہوتا — میں جانتا ہوں
تم ملک اور قوم کے مقابلے میں اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی زندگی
کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، لیکن اپنے ملک کے صدر کی زندگی کا
معاملہ سامنے آئے گا تو بات کچھ اور ہوگی" آرٹی بناشا کے لہجے
میں سرد مہری آگئی۔

"کیا مطلب ؟" انسپکٹر جمشید کا رنگ سفید پڑ گیا — وہ سمجھ گئے کہ

واقعی ان کی زندگی کا نازک دن آ گیا ہے۔

"صورتِ حال بہت پیچیدہ ہے انسپکٹر جمشید۔ تمہیں دو چیزوں میں سے ایک کو چننا ہو گا۔ یا تم ہمارا کام کرو گے، یا صدر صاحب کی لاش کے ٹکڑے چنتے پھرو گے۔"

"اور وہ کام کیا ہے؟" انہوں نے بے قراری کے عالم میں کہا۔

ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ کا رنگ بھی اڑتا جا رہا تھا۔

"کام بتانے کا مرحلہ ذرا آگے آئے گا۔ پہلے یہ سن لو کہ صورتِ حال اس وقت کیا ہے۔ ہم جس مقام سے صدر صاحب کو اغوا کر کے لائے ہیں، وہاں پر موجود تمام باڈی گارڈ اور صدر صاحب کے دوسرے ساتھی اس وقت بے ہوشی کی حالت میں ہیں۔ انہیں کل کسی وقت ہوش آئے گا، گویا کل سے پہلے صدر صاحب کے اغوا کی خبر نہیں اڑے گی۔ کل سے پہلے اگر ہمارا کام ہو گیا تو ہم صدر صاحب کو آزاد کر دیں گے۔ اور تم انہیں اس مقام پر پہنچا سکو گے جس سے انہیں اغوا کیا گیا ہے۔ اس طرح تمہارے ملک کی عزت اور ساکھ محفوظ رہے گی؛ ورنہ ادھر تو صدر صاحب کے اغوا ہونے کی خبر اڑے گی، ادھر مخالف پارٹی شور مچانا شروع کر دے گی کہ صدر صاحب شکست کے خوف سے بھاگ گئے۔ تیسری اور چونکا دینے والی بات یہ ہو گی کہ تمہارا پڑوسی دشمن ملک بہت دنوں سے تمہارے ملک کی سرحدوں پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔ اسے بھلا اس سے بہتر موقع کون سا

ہاتھ آئے گا۔ وہ سرحدوں پر جنگ چھیڑ دے گا۔ چوتھے یہ کہ کام نہ ہونے کی صورت میں میں طیش میں آ جاؤں گا اور اندر موجود اپنے چار آدمیوں کو حکم دوں گا کہ وہ فائرنگ کر کے صدر صاحب کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد ہم تمہیں بھی ختم کرتے ہوئے یہاں سے نکل جائیں گے اور اس کام کے لیے دوبارہ نیا منصوبہ بنا کر آئیں گے، لیکن شاید اس وقت ضرورت ہی نہیں رہ جائے گی، کیونکہ تمہارا ملک افراتفری اور تباہی و بربادی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ اب تم سوچ سکتے ہو کہ تم اور تمہارا ملک کہاں کھڑا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ملک کی بقا کا دارومدار تم پر ہے۔" یہاں تک کہہ کر آرٹی بناشا خاموش ہو گیا۔ کمرے میں سنسنی خیز خاموشی گونجنے لگی۔ ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے اور اس خاموشی میں وہ دلوں کی دھڑکنیں صاف سن رہے تھے۔

"اور اپنے ملک کو، اپنے صدر صاحب کو بچانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟" آخر انسپکٹر جمشید کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی انہیں یوں لگا جیسے وہ کسی گہرے کنویں سے بول رہے ہوں۔

"ایک بہت ہی آسان کام، جو تم چٹکیوں میں کر آؤ گے تم پر کوئی شک نہیں کرے گا۔ صدر صاحب کے دفتر کی ایک خفیہ الماری میں ایک معاہدہ موجود ہے۔ تمہارے صدر نے یہ معاہدہ ایک دوسرے ملک سے کیا ہے۔ معاہدہ انتہائی خفیہ طور پر طے پایا ہے۔

ہمارے جاسوسوں نے سر توڑ کوشش کی ہے کہ معاہدے کی تفصیلات کسی طرح معلوم ہو جائیں. لیکن ایسا نہیں ہو سکا — میرا ملک ہر قیمت پر اس معاہدے کی تفصیلات جاننے کے لیے بُری طرح بے چین ہے۔ ہمارے جاسوس صرف یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکے کہ معاہدے کی فائل صدر صاحب نے اپنی ذاتی اور خفیہ الماری میں رکھی ہے۔ ہم تم سے وہ فائل چاہتے ہیں — اور بس — دیکھ لو، کتنا آسان کام ہے — تم چٹکی بجاتے جاؤ گے اور فائل لے آؤ گے۔" یہاں تک کہہ کر آرٹی بناشا خاموش ہو گیا — اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی —

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ میں اس فائل تک پہنچوں گا کس طرح، جب کہ تمہارے بیان کے مطابق وہ خفیہ الماری میں ہے۔" انہوں نے پوچھا۔

"صدر صاحب یہاں موجود ہیں — وہ اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھ کر تمہیں دیں گے اور الماری تک پہنچنے اور اسے کھولنے کا طریقہ بتائیں گے۔"

"کیا تم اس سلسلے میں ان سے بات کر چکے ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں، تم خود بات کرو گے، میرا خیال ہے وہ اپنی زندگی اور قوم کو داؤ پر لگانے کی بجائے بہت آسانی سے یہ بات منظور کر لیں گے کہ فائل ہمارے حوالے کر دی جائے۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا. کیونکہ یہ بات صرف صدر صاحب جانتے ہیں کہ اس معاہدے میں کیا ہے اور تمہارے ملک کو اس معاہدے کی تفصیلات معلوم ہونے میں کس حد تک نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے. تم ان سے بات کر لو — اس کے بعد میرے اور تمہارے درمیان باقی باتیں ہوں گی۔" آرٹی بناشا بولا۔

"اچھا۔" انہوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدر صاحب والے کمرے کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے وہ سوچ رہے تھے کہ شاید زندگی میں اتنا خطرناک وقت ان پر کبھی نہیں آیا۔ دروازے پر پہنچ کر انہوں نے قدرے بلند آواز میں کہا:

"جناب عالی، میں دروازے کے اس طرف موجود ہوں۔ ہمارے دشمنوں نے آپ سے بات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔"

"جمشید، میں خود جلد از جلد یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں — کیا یہ لوگ کسی بہت بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں۔" صدر صاحب بے قرار ہو کر بولے۔

"کاش، انہوں نے کوئی اس قسم کا مطالبہ ہی کیا ہوتا۔" انسپکٹر جمشید حسرت زدہ لہجے میں بولے —

"تو پھر آخر یہ کیا چاہتے ہیں — یہ ہیں کون لوگ؟"

"سر، کیا آپ آرٹی بناشا کو جانتے ہیں؟"

"بہت اچھی طرح — کیوں؟" صدر صاحب چونکے۔

"اس وقت ہم اسی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"اُف خدا، یہ میں کیا سُن رہا ہوں؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اگر اس کا مطالبہ نہ مانا گیا تو خدا نخواستہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا — اگر آپ زندہ نہ رہے تو ملک افراتفری کا شکار ہو جائے گا اور کل تک آپ کے اغوا کی خبر اُڑ جائے گی۔ مخالف پارٹی یہ شور مچا دے گی کہ آپ شکست کے خوف سے کہیں روپوش ہو گئے ہیں — دشمن ملک پہلے ہی سرحدوں پر فوجیں جمع کیے بیٹھا ہے — وہ بہت دنوں سے حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے؛ لہٰذا اس موقع سے وہ بھی ضرور فائدہ اٹھائے گا — ان حالات میں آپ کیا کہتے ہیں، ہمیں ان کا مطالبہ مان لینا چاہیے یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ مطالبہ کیا ہے۔ اس وقت تک کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"تو پھر سُنیے —" انہوں نے کہا اور آرٹی ناشا کے الفاظ دہرا دیے۔

"نہیں نہیں، جمشید — یہ نہیں ہو سکتا۔" صدر صاحب خوف زدہ انداز میں چلا اٹھے — ان کی آواز پھٹ گئی —

"کیا وہ اتنا ہی اہم اور خفیہ معاہدہ ہے سر۔"

"ہاں، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر آرٹی ناشا کے ملک کو اس

معاہدے کا علم ہو گیا تو ہمارا ملک کہیں کا نہ رہے گا۔"

"سر، ہمارے پاس اس وقت صرف دو راستے ہیں — یا تو ہم معاہدہ ان کے حوالے کر دیں یا پھر موت کو گلے لگائیں، لیکن معاملہ صرف ہماری موت کا نہیں، پورا ملک خطرے کی لپیٹ میں آ سکتا ہے — اگر آپ کی ذات درمیان میں نہ آئی ہوتی تو میں اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی قربان کرنا منظور کر لیتا، لیکن معاہدہ ان کے حوالے نہ کرتا۔" انسپکٹر جمشید نے جذباتی آواز میں کہا۔

"تم مجھے معاہدہ ان کے حوالے کرنے کو کہہ رہے ہو جمشید — جب کہ تم نہیں جانتے کہ اس معاہدے میں کیا ہے۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا — آپ مجھے جو حکم بھی دیں گے۔ اس سے روگردانی نہیں کروں گا، لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ درخواست کروں گا کہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں اور خدا پر بھروسا رکھیں — ہم ان سے معاہدہ پھر بھی حاصل کر سکتے ہیں — ابھی انہیں ملک سے فرار ہونے میں وقت لگے گا — آپ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں — میں یہ سب کچھ آپ کی زندگی بچانے کے لیے کر رہا ہوں — آپ یہ خیال نہ فرمائیے کہ میں اپنے یا اپنے بچوں کے لیے فکرمند ہوں۔"

"میں جانتا ہوں جمشید، بہت اچھی طرح جانتا ہوں — آج سے نہیں، ایک مدت سے تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں — تم اور تمہارے بچے ہر لمحے اس ملک کے لیے جان دینے کے لیے تیار رہتے

ہیں — یہ تمہارے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن بالکل اسی طرح
میں بھی اس ملک کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں ایک بار پھر کہوں گا کہ معاملہ صرف آپ کی زندگی
کا ہی نہیں۔ پورے ملک کی بقا کا ہے۔"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں جمشید کہ ہم کس دوراہے پر
کھڑے ہیں — اف خدا، یہ سب کیا ہے؟"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں — معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔
شاید کوئی بہتر صورت نکل آئے۔"

"جمشید، مجھے سوچنے دو۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہو۔
مجھے اپنے ہوش اور حواس پر قابو پا لینے دو۔"

"ٹھیک ہے سر۔" انہوں نے کہا اور دروازے سے ہٹ آئے۔

انہوں نے دیکھا، محمود، فاروق اور فرزانہ کے چہرے دھواں
ہو رہے تھے — آرٹی بناشا طنزیہ انداز میں انہیں بار بار دیکھ رہا
تھا — اس بار ان کا واسطہ کس قدر عجیب مجرم سے پڑا تھا — اس
کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں تھا، پھر بھی وہ چاروں مل کر اس کا
کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ جب کہ ان کے پاس اپنے کھلونے بھی تھے
اور انسپکٹر جمشید کے پاس پستول بھی —

ان کے دل تیزی سے دھڑکتے رہے، وہ یہ سوچتے رہے کہ
دیکھیں، صدر صاحب کیا فیصلہ کرتے ہیں — اگر انہوں نے معاہدہ دشمنوں
کے حوالے نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو ان کے لیے صرف موت تھی —
کیونکہ وہ بند کمرے میں موجود تھے اور چار آدمی ان کے سر پر پستول
لیے کھڑے تھے، پھر ان کی کرسی کے پایوں کے ساتھ بھی چار ڈائنا
میٹ بندھے تھے جو دروازے کی ذرا سی جنبش سے پھٹ سکتے تھے۔
ابھی وہ سوچ میں گم تھے کہ آرٹی بناشا نے کہا:

"انسپکٹر جمشید، یہ تمہارے صدر صاحب آخر سوچنے میں کتنا وقت
لگائیں گے؟"

"یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، پوری قوم کی بقا کا مسئلہ ہے۔
کیا تمہارے خیال میں ایسے فیصلے چٹکیوں میں کر لیے جاتے ہیں؟"
انہوں نے — بُرا سا منہ بنایا۔

"لیکن میرے پاس زیادہ وقت نہیں، میں چاہتا ہوں کہ کسی
کو کانوں کان خبر نہ ہو اور ہم معاہدہ لے کر یہاں سے رخصت ہو
جائیں۔"

"تم اپنے ساتھ صرف چار آدمی ہی لے کر آئے ہو؟" انسپکٹر جمشید
نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، لیکن اگر ہم صرف پانچ ہوتے تو بھی بہت کافی تھے
ابھی ہمارے کچھ ساتھی اور یہاں موجود ہیں اور وہ بھی پوری طرح اس

منصوبے کا ساتھ دے رہے ہیں۔" آرتی بانا شا نے جواب دیا۔
"معاہدے کی تفصیلات معلوم کر کے تمہارا ملک کیا فائدہ اٹھانے
کی امید رکھتا ہے۔"
"معاہدہ جس ملک سے طے پایا ہے ۔۔ اس ملک سے ہمارے
ملک کے بھی بھر پور تعلقات ہیں۔۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ
حقیقت میں تمہارا دوست ہے یا ہمارا ۔۔"
"گویا معاہدہ تمہارے ہاتھ لگ گیا تو تمہارے ملک کے اس
ملک سے تعلقات خراب ہو جانے کا خطرہ ہے اور شاید اسی لیے
یہ معاہدہ انتہائی خفیہ طریقے سے طے پایا ہے۔"
"ہاں، یہی بات ہے ۔۔ مہربانی فرما کر اب اپنے صدر کے پاس
جاؤ۔۔ ہم سوچنے کے لیے اتنا وقت نہیں دے سکتے۔"
"اچھا۔" انہوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے ۔۔ تھکے تھکے
قدموں سے چلتے صدر صاحب کے کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ اس دوران
میں فاروق آرتی بناشا سے مخاطب ہوا:
"مسٹر آرتی بناکا ۔۔ یہ آپ نے ابا جان کے ساتھ ہمیں کیوں بلایا
تھا، کیونکہ ہم جس وقت سے آئے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔
جب کہ ہماری یہ عادت نہیں۔"
"تمہیں اس لیے ساتھ بلایا گیا ہے کہ یہاں کی نسبت تم باہر
ہمارے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتے تھے۔ میں تم سے اچھی

طرح واقف ہوں۔"
"خدا کا شکر ہے کہ تم بھی ہم سے اچھی طرح واقف ہو۔ حیرت
کی بات ہے کہ تمام بڑے بڑے غیر ملکی جاسوس ہمیں اچھی طرح جانتے
ہیں، جب کہ اکثر سے ہمیں ابھی واسطہ نہیں پڑا۔"
"تم لوگ شیطان کی طرح مشہور ہو۔" آرتی بناشا نے منہ بنایا۔
"شکریہ مسٹر بناکا۔"
"نباشا، جان بوجھ کر میرے نام کی مٹی پلید نہ کرو۔"
"جی بہتر ۔۔ گویا ہم اس سارے منصوبے کے دوران میں اسی
طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔"
"نہیں، تم سے بھی کام لیا جائے گا ۔۔ بس دیکھتے جاؤ، تمہاری
طبیعت خوش ہو جائے گی ۔۔ مجھ جیسے رئیس سے شاید ہی کبھی واسطہ
پڑا ہو گا ۔۔"
"معلوم تو یہی ہوتا ہے، لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ہم جیرال،
کالی آنکھ، جیتال، اما بیر اور اتانیو جیسے مجرموں سے ٹکرا چکے ہیں۔"
"مجھے معلوم ہے۔ نہ جانے ان بڑے بڑے جاسوسوں کو تمہارے
ملک میں آکر کیا ہو جاتا ہے ۔۔ شاید یہ لوگ اپنی عقلیں گھر بھول
آتے ہیں ۔۔ لیکن اس بار ایسا نہیں ۔۔ میں اپنی عقل اپنے ساتھ
لے کر آیا ہوں۔"
"اور یہ آپ نے اچھا کیا مسٹر بناٹا ۔۔ سوری بناکا ۔۔ ارے لاحول

یعنی کہ مسٹر بناشا۔"
آرٹی بناشا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور پھر چونک کر بولا:
"لڑکے مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔"
"جی، کیا فرمایا آپ نے — میں اور آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کروں گا، جب کہ ابھی ابھی آپ یہ کہہ چکے ہیں کہ آپ اپنی عقل ساتھ لے کر آئے ہیں۔"
"تم نے ادھر مجھے باتوں میں لگا لیا — ادھر تمہارے ابا جان دروازے پر جا کر رک گئے اور تمہاری باتیں سننے کے بہانے رک گئے تاکہ صدر صاحب کو اور مہلت مل جائے — اب خاموش رہنا — پہلے کام کی بات ہو جائے۔"
"جی بہت بہتر — آپ پہلے کام کی بات کر لیں، یہ بے کار کی باتیں تو پھر بھی ہوتی رہیں گی۔" فاروق نے خوش دلی سے کہا۔
"انسپکٹر صاحب، اپنے صدر کو بتا دو کہ ہم اتنی مہلت نہیں دے سکتے۔"
"اچھا۔" انھوں نے کہا اور دروازے کی طرف مڑے — پہلے ایک آنکھ سے اندر کا منظر دیکھا — منظر جوں کا توں تھا۔ صدر صاحب کرسی سے جکڑے ہوئے تھے — کرسی کے ساتھ سلاخیں بندھی تھیں جو دروازے کی طرف آتی نظر آ رہی تھیں — ان کے چاروں طرف چار پستول والے

کھڑے تھے — آخر انھوں نے کہا:
"سر، میں ایک بار پھر اس طرف موجود ہوں — کیا آپ کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہیں؟"
"افسوس کہ نہیں — میری عقل حیران ہے کہ کیا فیصلہ کروں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"
"ادھر مسٹر آرٹی بناشا آپ کو زیادہ وقت دینے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ جلد از جلد آپ اپنا فیصلہ سنا دیں — میرا مشورہ مانیں تو سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔"
"میں ڈرتا ہوں جمشید، کہیں اس ملک سے ہمارے تعلقات ہمیشہ کے لیے خراب نہ ہو جائیں — اگر ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا — یہ معاہدہ طے ہی اس شرط پر پایا ہے کہ آرٹی بناشا کے ملک کو کسی بھی قیمت پر خبر نہیں ہوگی — اب اگر معاہدہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تو ہماری اس ملک کی نظروں میں کیا عزت رہ جائے گی — نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ملک ہم سے کٹ جائے گا اور ان کا ساتھ دے گا — یہ صورت بھی ہمارے لیے حد درجے خطرناک ہوگی۔"
"سر، اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"
"ضرور کہو جمشید، میں جانتا ہوں، تم بھی اس ملک کے اتنے ہی خیر خواہ ہو جتنا کہ میں۔"
"تو پھر سنیے، ہمیں دوسروں کی بجائے خدا سے ہر طرح کی امید رکھنی

...کہ مسلمان خدا کے سوا کسی پر بھروسہ [illegible] اور کسی سے
چاہیے — [illegible] کوئی امید نہیں رکھتا — آپ خدا پر بھروسہ رکھیں — [illegible]
[illegible] اور اس سے دعا کریں [illegible]
[illegible] کرے گا۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی — شاید صدر صاحب گہری سوچ
میں ڈوب گئے تھے۔ آخر انہوں نے کہا:

"ٹھیک ہے [illegible] پر تھا — [illegible] اللہ کا [illegible]
ہونا چاہیے — میں تمہیں [illegible] کرتا ہوں۔ جو تم چاہو، اس موقع پر
[illegible]" انہوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید نے اپنے جسم سے [illegible]
جاری [illegible] محسوس کیا۔ وہ آرڈی بناشا کی طرف مڑے اور بولے:

"مسٹر آرڈی بناشا، ہم صدر صاحب کی فائل آپ کے حوالے کرنے کے
لیے تیار ہیں۔"

"بہت اچھا — اپنے [illegible] سے اسے حاصل کرنے کی ترکیب پوچھو
اور ان سے کوئی رقعہ وغیرہ لے لو — تاکہ تمہیں کوئی رکاوٹ پیش
نہ آئے۔ [illegible] میں بتا دوں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"[illegible] میں وہ فائل کس طرح حاصل کر سکتا ہوں۔"

"میرے [illegible] کے بغیر کوئی اس فائل کو حاصل نہیں کر
سکتا۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دے دیتا ہوں — تم یہ لے کر سیدھے
میرے دفتر چلے جاؤ — [illegible] تحریر تم [illegible]

دے دینا۔ وہ تمہیں فائل نکال دے گا — تحریر میں لکھ کر دوں گا کہ تم
سے کوئی سوال نہ پوچھا جائے اور یہ کہ تمہیں کسی سوال کا جواب دینے
کی اجازت نہیں ہے۔"

"بہت خوب، میں سمجھ گیا — لیکن کیا شیر اکرم اس طرح شبہے
میں مبتلا نہیں ہو جائے گا؟"

"ہوتا رہے۔ لیکن جوابی کارروائی نہیں کر سکے گا، کیونکہ میرا واضح
حکم تحریر میں موجود ہوگا۔"

"تو پھر تحریر لکھ دیں۔" انہوں نے کہا۔

"میرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں — آرڈی بناشا کی اجازت
کے بغیر میرے سر پر کھڑے ہوئے دشمن میرے ہاتھ نہیں کھولیں گے۔"

"اچھا۔" انہوں نے کہا اور بناشا کی طرف مڑے۔

"مسٹر بناشا، آپ صدر صاحب کی بات سن چکے ہیں۔"

"ہاں، جورڈن! صدر صاحب کا ایک ہاتھ کھول دو — کاغذ تم
ہاتھ میں پکڑے رہنا — وہ اس پر تحریر لکھ دیں گے — صدر صاحب کا
پیڈ پہلے ہی تم قبضے میں لے چکے ہو۔"

"جی ہاں، آپ فکر نہ کریں۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی — اندر تحریر لکھی جا رہی تھی —
ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے — اگر اندر صدر صاحب اس
میں نہ ہوتے تو اس وقت تک وہ نہ جانے کیا کر چکے ہوتے —

ٹھیک تیس منٹ بعد ایک لفافہ باہر سرکا دیا گیا — [illegible] اس میں سے کاغذ نکال کر دیکھا — یہ صدر صاحب کے خصوصی پیڈ کا کاغذ تھا۔ انہوں نے اس پر وہی کچھ لکھا تھا جو آرٹی بناشا چاہتا تھا۔ کاغذ اور لفافہ لیے وہ آرٹی بناشا کے پاس آئے — اس نے بھی تحریر کو غور سے پڑھا اور پھر بولا:

" انسپکٹر صاحب، کسی قسم کا دھوکا ہونے کی صورت میں صدر صاحب زندہ حالت میں نہیں ملیں گے، کیونکہ اس وقت صورت یہ ہے کہ اگر تم لوگ ایک ساتھ مجھ پر حملہ کر دو، تو بھی تم صدر صاحب کو نہیں بچا سکو گے — انہیں ہر حال میں ختم کر دیا جائے گا — تم لوگ دروازے کھولنے کے لیے کوئی کارروائی نہیں کر سکتے — دروازہ جوں ہی حرکت کرے گا، سلاخیں ڈائنامیٹوں سے ٹکرا جائیں گی — اور یہ مکان روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائے گا۔

" تم فکر نہ کرو مسٹر بناشا، میں اپنے صدر کی زندگی ہرگز خطرے میں نہیں ڈالوں گا — ان کی زندگی ملک اور قوم کے لیے بہت اہم ہے " انسپکٹر جمشید بولے۔

" تو پھر اپنے بچوں کے سامنے اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور جو میں کہوں، سنتے چلے جاؤ — تم یہاں سے سیدھے شیر اکرم کے پاس جاؤ گے۔ اپنے ساتھ اپنے تین بچوں میں سے ایک کو ساتھ لے جا سکتے ہو — دو یرغمال کے طور پر یہاں رہیں گے — معاہدہ حاصل کرنے کے بعد تم کہیں

جگہ رکے بغیر ہوٹل کاشان پہنچو گے — ہوٹل کاشان کے کمرہ نمبر تین سو دو میں مسٹر کرنل دوہرا ٹھہرے ہوئے ہیں — فائل تم ان کے حوالے کر دو گے — کرنل دوہرا کو فائل دے کر تم واپس یہاں آؤ گے — کرنل دوہرا فائل کو محفوظ ترین مقام پر پہنچانے کا کام خود کریں گے — جب وہ یہ کام کر چکیں گے — تو پھر یہاں آئیں گے اور مجھے یہ اطلاع دیں گے کہ فائل اس مقام پر پہنچ چکی ہے جس مقام پر انہیں پہنچانے کی ہدایت کی گئی ہے — اس کے بعد میں جوڈو اور اس کے ساتھیوں کو یہ حکم دوں گا کہ وہ سلاخوں کو ہٹا دیں اور دروازہ کھول دیں — پھر ہم صدر صاحب اور آپ لوگوں کو اندر کمرے میں بند کر دیں گے — اس کے بعد ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے تم کسی نہ کسی طرح باہر نکل آنا — تمہیں بند اس لیے کیا جائے گا تاکہ ہمیں فرار ہونے کی مہلت مل سکے " یہاں تک کہہ کر آرٹی بناشا خاموش ہو گیا —

" لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ جب ہم یہاں واپس لوٹیں گے تو صدر صاحب اس وقت تک زندہ ہوں گے اور تم لوگ بھی یہیں موجود ہوں گے " انسپکٹر جمشید نے آرٹی بناشا کو گھورتے ہوئے کہا —

" یہاں کوئی فون وون تو ہے نہیں — ظاہر ہے کہ ہمیں کرنل دوہرا سے ہی یہ بات معلوم ہو سکے گی کہ فائل ہمارے ہاتھوں میں

آ چکی ہے یا نہیں — اگر اس اطلاع سے پہلے ہی انہوں نے صدر صاحب کو
کوئی نقصان پہنچا دیں گے تو پھر فائل حاصل کرنے کا کیا امکان
رہ جائے گا — یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم درمیان میں کوئی چال
چل جاؤ۔"

"ہوں، خیر — ٹھیک ہے — تم نے فائل کا نمبر دیکھ لیا ہے۔
وہی فائل ہے جو تم چاہتے ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں، وہ یہی فائل ہے۔"

"اچھا تو میں چلتا ہوں — محمود، تم میرے ساتھ آؤ۔"

"بہت بہتر ابا جان" محمود اچھل کر کھڑا ہو گیا —
انسپکٹر جمشید صدر صاحب کے دروازے پر آئے اور بولے:

"مجھے اجازت دیجیے، میں روانہ ہو رہا ہوں۔"

"اچھا جمشید جاؤ — خدا کوئی بہتر صورت پیدا کرے" صدر صاحب
نے بجھی بجھی آواز میں کہا —

دروازے سے ہٹ کر انہوں نے فاروق اور فرزانہ سے اداس انداز
میں ہاتھ ملائے اور پھر آرڈی بناشا پر ایک نظر ڈال کر وہاں سے باہر
نکل آئے — جیپ میں بیٹھتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے فکر مند لہجے میں
کہا:

"خدا خیر کرے محمود، حالات اس سے کہیں زیادہ خوفناک ہیں جتنا
کہ ہم خیال کر رہے تھے۔"

"جی کیا مطلب؟" محمود چونکا

"ان لوگوں کا ارادہ وہ نہیں، جو یہ کہہ رہے ہیں — مطلب یہ
کہ یہ صدر صاحب کو زندہ چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے — جوں ہی
کرنل دوہرا یہاں آ کر [illegible] فائل [illegible]
پہنچ چکا ہے، آرڈی بناشا اندر موجود لوگوں کو اشارہ کر دے گا اور وہ
اسی وقت صدر صاحب کو ختم کر دیں گے — پھر دروازہ کھلوا کر ہمیں بھی
اندر دھکیل دیا جائے گا اور پھر ہم پر بھی فائر کھول دیے جائیں گے۔"

"اوہ" محمود کے منہ سے نکلا — [illegible]
گھنٹی ... اسی وقت جیپ اچھل پڑی۔

فائرنگ کر کے صدر صاحب کا کام تمام کر دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں — ان پانچ گھنٹوں کے دوران میں یہ بات ہر لمحے ہمارے ذہنوں میں رہے گی۔" فاروق نے کہا۔

"اور دوسرے یہ کہ تم پانچ گھنٹے ختم ہونے سے پہلے ہی واپس آجاؤ گے — گویا تمہیں چار گھنٹے تک باہر گھومنے کی اجازت ہے۔"

"بہت بہت شکریہ جناب بناشا — آپ بہت فراخ دل ہیں۔ [illegible]" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اب جاؤ اور اپنے ذہنوں کو تازہ کرو — دراصل میں تمہیں باہر جانے کی اجازت اس لیے دے رہا ہوں کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ باہر جا کر تمہاری بے بسی میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا اور اس وقت تم محسوس کرو گے۔ اس بار تمہارا مقابلہ کسی ایسے مجرم سے نہیں پڑا جو عقل سے پیدل ہو۔"

"تو کیا آپ کے خیال میں اس سے پہلے ہم سے جتنے مجرم بھی ٹکرائے سب کے سب عقل سے پیدل تھے؟"

"ہاں، میں یہی سمجھتا ہوں۔ ورنہ تم اس قدر کامیابیاں ہرگز حاصل نہیں کر سکتے تھے۔"

"بہت بہتر — شاید آپ کا خیال ہی ٹھیک ہو۔ آؤ بھئی فاروق۔" فرزانہ نے سرد آہ بھر کر کہا اور باہر جانے کے لیے مڑ گئی —

"بہت اچھا آ گیا۔" فاروق نے کہا اور اس کے پیچھے باہر نکل آیا —

کچھ دور تک وہ چپ چاپ چلتے رہے — آخر جب اتنی دور نکل آئے کہ باتیں سن لیے جانے کا خطرہ نہ رہا تو فاروق نے کہا:

"تم مجھے باہر لے تو آئی ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اس وقت آرٹی بناشا کا ہم خیال ہوں — مطلب یہ کہ اس نے منصوبہ کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"

"کیوں نہیں کر سکیں گے کیا ہماری عقلیں زنگ آلود ہو گئی ہیں؟" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں، تو کیا تمہارے خیال میں کچھ کیے جانے کا امکان ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں — اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں — دنیا میں سب سے بڑی طاقت عقل کی طاقت ہے۔ آرٹی بناشا نے اپنی عقل سے کام لے کر صدر صاحب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ یہ بھی اس کی ذہانت کی بات ہے کہ اس نے ان کے لیے ایک ایسا مکان چنا جس میں داخلہ صرف ایک طرف سے ممکن ہے۔ باقی تین اطراف میں گہری کھائیاں ہیں — اب اگر پوری ایک فوج بھی اس مکان پر حملہ آور ہو جائے تو بھی صدر صاحب کی زندگی کو نہیں بچایا جا سکتا۔ انہیں اگر بچایا جا سکتا ہے کہ آرٹی بناشا کی مدد سے، یعنی اس کا مطالبہ پورا کر کے یا پھر ذہانت سے کام لے کر — میں نہیں جانتی،

ابا جان کیا سماں دکھا کر لوٹیں گے اور یہاں پہنچنے پر ان کا کام کیا
ہو گا۔ لیکن اگر ہم اور تم ان کی آمد سے پہلے ہی صدر صاحب کو
اس مصیبت سے نجات دلا دیں تو کیا یہ ایک سنہری حروف میں
لکھے جانے کے قابل کارنامہ نہیں ہو گا؟"

"بے شک ہو گا۔ تقریر بہت اچھی کر لیتی ہو۔ باتوں باتوں
میں تو سب کچھ کیا جا سکتا ہے، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو
پتا چلتا ہے کہ عمل کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں
کوئی ترکیب ہے تو میں اسے سننے کے لیے پوری طرح تیار ہوں،
لیکن اس کے ساتھ ہی میں جانتا ہوں کہ وہ کوئی قابلِ عمل ترکیب
نہیں ہو گی۔"

"سننے سے پہلے تم یہ نہیں کہہ سکتے۔" فرزانہ نے اُسے گھورا۔

"خیر، تو میں سننے کے بعد کہہ دوں گا۔" فاروق مسکرایا۔

"دیکھو، خدا کے لیے اپنی زبان کی لگامیں ڈھیلی نہ چھوڑ دینا۔
موقع ایسا نہیں۔"

"یہی تم نہیں سمجھتیں۔ سنجیدگی میرے لیے سستی کا پیغام لے کر
آتی ہے۔ جبکہ میں ایسے موقعوں پر چست و چالاک رہنا پسند کرتا
ہوں۔"

"اچھا، خدا کے لیے پہلے یہ سن لو کہ میرے ذہن میں ترکیب
کیا ہے؟"

"چلو سناؤ۔" فاروق نے خوش دلی سے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں کسی نہ کسی طرح چھت پر پہنچ
جائیں۔"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک مسٹر آفریدی بنانشا
نہیں چاہیں گے۔ یہ کس طرح ہو سکے گا۔" فاروق بولا۔

"یہی تو تمہاری کم عقلی ہے۔ اس نے ہمیں چار گھنٹے تک
گھومنے پھرنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں پابندی نہیں لگائی
کہ ہم مکان کی چھت پر چڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" فرزانہ کا منہ
بن گیا۔

"اوہ ہاں، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس پہلو پر تو میں نے غور
کیا ہی نہیں۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"تم میں یہی تو ایک گندی عادت ہے کہ غور نہیں کرتے۔" فرزانہ
مسکرائی۔

"مجھ میں تو ایک گندی عادت ہے اور تم میں کتنی ہیں، ذرا یہ
بھی تو بتا دو۔"

"آخر تم اپنی ڈگر پر آ ہی گئے۔ جب کہ ایسی باتوں کے لیے
عمر پڑی ہے، سنو۔ اب ہم مکان کے چاروں طرف ایک چکر لگائیں
اور یہ جائزہ لیں گے کہ مکان کی چھت پر جانے کے لیے کوئی راستہ
ہے یا نہیں۔"

"میرا خیال ہے راستہ ہوگا، ضرور —
دیکھے بغیر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" یہ کہہ کر فرزانہ واپس مڑی۔
فاروق نے بھی اس کا ساتھ دیا — ویسے وہ اس بھاگ دوڑ کو بے
کار خیال کر رہا تھا — دونوں تیز تیز چلتے پھر مکان کے قریب پہنچ
گئے — جس راستے سے وہ مکان میں داخل ہوئے تھے، اس طرف
تو انہیں کوئی راستہ وغیرہ نظر نہیں آیا تھا؛ البتہ مکان کے دائیں اور
بائیں حصے کا جائزہ لینا ضروری تھا؛ چنانچہ وہ دروازے سے نکل
کر دائیں طرف مڑے تو آرٹی بناشا نے انہیں دیکھ لیا۔

"ارے بھئی، ابھی یہیں گھوم پھر رہے ہو۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"جی ہاں، ذرا ہم اس مکان کے بنانے والے کی کاریگری دیکھ
رہے ہیں اور دل ہی دل میں اس کی تعریف بھی کر رہے ہیں، وہ
کاریگر بھی عجیب کاریگر تھا جس نے مکان کی چھت پر جانے کے
لیے کوئی زینہ تک نہیں بنایا۔" فرزانہ نے ذرا گھما پھرا کر بات
کی —

"اوہو، تو تم چھت پر جانا چاہتے ہو — مجھے افسوس ہے، زینے
نام کی کوئی شے تمہیں نظر نہیں آئے گی۔" آرٹی بناشا ہنسا۔

"یہی تو ہم کہہ رہے ہیں جناب، کاریگر نے سیڑھیاں بنائی
ہی نہیں۔"

"اور میں سمجھتا ہوں — اس نے عقل مندی سے کام لیا ہے؛ ورنہ

اوپر چڑھنے والا نیچے بھی گر سکتا تھا۔"

دونوں دائیں طرف بڑھتے چلے گئے — مکان کے چاروں طرف
ایک چار دیواری تھی — اس کے اندر چلتے ہوئے پورے مکان کا
چکر لگایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دائیں سمت سے ہو کر وہ مکان
کے پچھلے حصے میں پہنچے — اس جگہ انہیں کافی اونچائی پر ایک
روشن دان نظر آیا — آرٹی بناشا والے کمرے میں انہیں کوئی روشن
دان نظر نہیں آیا تھا۔

"تو کیا یہ روشن دان صدر صاحب والے کمرے میں ہے۔"
فرزانہ بڑبڑائی —

"نظر تو ایسا ہی آتا ہے۔"

"فاروق، کیا تم اس روشن دان تک پہنچ سکتے ہو؟" فرزانہ
نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، اگر تم کسی سیڑھی کا بندوبست کر دو۔" وہ بولا۔

"لاحول ولا قوۃ، سیڑھی کے ہوتے ہوئے تو میں بھی چڑھ
سکتی ہوں — ایک ننھا سا بچہ بھی چڑھ سکتا ہے۔"

"تب پھر تم ایک ہیلی کاپٹر یہاں لے آؤ — میں اس کے
ذریعے مکان کی چھت پر اتر جاؤں گا اور وہاں سے روشن دان
تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"بے تکی باتیں نہ کرو — چھت تک پہنچنے کا کوئی راستہ تو

ہونا ہی چاہیے۔"

"اچھا تو — بائیں طرف بھی دیکھ لیں۔"

پھر جوں ہی وہ بائیں طرف آئے انہیں چھت تک جانے کا راستہ نظر آگیا — انہوں نے حیرت بھری نظروں سے اس راستے کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

❁

چند منٹ تک صرف جیپ کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔ آخر محمود نے زبان کھولی:

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم معاہدے کی فائل ان لوگوں کے حوالے کیوں کریں۔"

"میں نہیں جانتا۔ ہم کیا کریں گے اور ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ ابھی تک میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن ہمیں معاہدے کی فائل کو فائل کرکے ہوٹل کاشان ضرور جانا پڑے گا اور وہاں جاکر کرنل دوہرا سے بھی ملنا ہوگا۔"

"لیکن ابا جان، کرنل دوہرا سے ملاقات کرتے ہی آپ کو فائل اس کے حوالے کرنا پڑے گی۔"

"میں نے کہا نا، ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کرنا ہوگا۔"

"بہت بہتر، میں تو خود کو بالکل بے بس محسوس کر رہا ہوں۔ شاید ہم ایسے حالات کا شکار کبھی نہیں ہوئے۔"

"خدا پر بھروسا رکھو اور مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دو۔"

"ادھر فاروق اور فرزانہ بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوں گے۔"

"نہیں، وہ ایسے نہیں — کچھ نہ کچھ کام ضرور دکھائیں گے اور وہ بھی اس انداز میں کہ آرٹی بناش کو چونکنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"خدا کرے، آپ کا خیال درست ثابت ہو۔"

"سنو، میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے — میں تمہیں ہوٹل کاشان کے سامنے اتارتے ہوئے آگے بڑھ جاؤں گا — میں تمہیں کوئی ہدایت نہیں دوں گا، اپنی مرضی سے کوئی قدم بھی اٹھا سکتے ہو، لیکن خیال رہے، ہمیں ہر قیمت پر صدر صاحب کی زندگی بچانا ہے۔ اگر ہم اپنی اس کوشش میں ناکام ہوگئے تو یہ ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔"

"اور آپ تنہا صدر صاحب کے دفتر جائیں گے؟" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں، لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے — وہاں مجھے کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔"

"میں اپنے بارے میں سوچ کر گھبرایا ہوں، کہیں کوئی غلط قدم نہ

اٹھا بیٹھوں۔"

"گھبرائیے نہیں۔ اگر کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ کیا کرنا ہے تو ہوٹل کے ہال میں بیٹھ کر میرا انتظار تو کر ہی سکتے ہو۔"

"اوہ، جی ہاں — بھلا میں اتنا کام بھی نہ کر سکوں گا۔" محمود اداس لہجے میں بولا۔

"آرٹی بناشا، آج سے پہلے اس کا نام سنتا رہا ہوں — آج یہ میرے مقابل ہے اور عجیب و غریب انداز میں — کاش اس نے صرف اور صرف مجھ سے ٹکر لی ہوتی — صدر صاحب کو اور ملکی معاملے کو درمیان میں نہ رکھا ہوتا — اب میں کھل کر اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا — اس نے میرے پر کاٹ دیے ہیں مجھے بے دست و پا کر دیا ہے۔"

"آپ ہمت ہار رہے ہیں ابا جان؟"

"تم جانتے ہو، زندگی کے آخری سانس تک ہمت نہ ہارنا ہمارا اصول ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں، جانتا ہوں — بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" محمود بولا۔

"لو — ہوٹل کاشان کی عمارت دکھائی دینے لگی — میرا خیال ہے، تم یہیں اتر جاؤ — تمہیں کرنل دوہرا کے کمرے کا نمبر تو یاد ہوگا۔"

"جی ہاں، تین سو دو۔"

"ٹھیک ہے، خدا حافظ۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے جیپ کی

بریک لگائی اور محمود چھلانگ مار کر نیچے آ رہا — جیپ آگے بڑھ گئی تب کہیں اس کے منہ سے نکلا:

"خدا حافظ۔" اور پھر اس کے قدم ہوٹل کی طرف اٹھنے لگے۔

ہال گاہکوں سے کھچا کھچ بھرا تھا اور کوئی میز خالی نہیں تھی — دوپہر کا کھانا شروع ہو چکا تھا — اتنے بہت آدمیوں میں کرنل دوہرا کو تلاش کرنا بہت مشکل کام تھا اور پھر اسے تو اس کا حلیہ تک معلوم نہیں تھا — اچانک اس کے جی میں نہ جانے کیا آئی کہ خود بخود قدم لفٹ کی طرف اٹھنے لگے اور چند منٹ بعد وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین سو دو کے دروازے کے سامنے سے گزر رہا تھا — اس نے دیکھا، دروازہ بند تھا — شاید کرنل دوہرا کھانا کھانے جا چکا تھا — وہ واپس پلٹا اور دروازے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا — معلوم ہوا دروازے کو تالا لگایا گیا ہے — اس نے دائیں بائیں دیکھا — راہداری میں کوئی نہیں تھا — اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر ایک چابی تالے کے سوراخ میں داخل کر دی — اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا — ایسے میں کوئی اسے پکڑ سکتا تھا — پہلی چابی نے گھومنے سے انکار کر دیا، آخر اس نے اسے واپس کھینچا اور دوسری چابی آزمائی۔ اسی طرح کوئی پانچویں چابی کام دکھا گئی — کھٹک کی آواز نے محمود کو خوشی سے سرشار کر دیا — اس نے ایک بار پھر دائیں اور بائیں دیکھا اور پھر دروازے کو دھکا دے کر اندر گھس گیا — پھر فوراً ہی دروازہ بند کر کے

چابی گھمادی — اس کے ساتھ ہی اس نے چابی نکال لی۔

اس نے جلدی جلدی کمرے کا جائزہ لیا — کمرے میں ایک سوٹ کیس کے سوا اور کوئی سامان نہیں تھا — سوٹ کیس ایک میز پر رکھا تھا۔ اُس نے پہلے تو اُسے اٹھا کر دیکھا — وہ بہت ہلکا تھا۔ پھر اس میں بھی چابیاں لگانا شروع کیں — آخر سوٹ کیس کھل گیا۔ اس میں سوائے کپڑوں کے اور کچھ نہیں تھا — کرنل دوہرا کی کوئی تصویر بھی نہیں مل سکی کہ وہ اسے دیکھنے سے پہلے اس کی تصویر ہی دیکھ لیتا — مایوس ہو کر اس نے سوٹ کیس بند کر دیا — اسی وقت اس نے راہداری میں تیز تیز قدموں کی آواز سُنی اور پھر کمرے کے دروازے میں چابی گھومنے کی آواز نے اس کے ہوش اُڑا دیے۔

بیگ لے گیا

"مکان بنانے والوں نے اوپر پہنچنے کا کتنا اچھا ذریعہ بنایا ہے۔ بھئی واہ، تعریف کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"تو پھر بہتر ہوگا کہ پہلے اس کی تعریف کر لو، پھر ہم اوپر چلیں گے — ویسے یہ اتنا آرام دہ راستہ بھی نہیں ہے کہ ہم ہنستے کھیلتے چھت پر پہنچ جائیں گے۔" فاروق نے دیوار پر ابھرے ہوئے پتھروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پتھر باہر کو نکلے ہوئے تھے اور ان کا سلسلہ چھت تک چلا گیا تھا؛ گویا وہ ان پر پاؤں رکھتے ہوئے ہاتھوں کے بل اوپر پہنچ سکتے تھے۔

"آسان نہیں تو مشکل ہوگا — آسان کام ہمیں ملتے ہی کب ہیں —" فرزانہ نے لاپروائی سے کہا۔

"تو چلو پھر، بسم اللہ کرو۔"

"اس قسم کے کاموں میں پہل تمہاری ہوتی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں جانتا ہوں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہڈی پسلی ایک ہو" فاروق

کی۔ باقی محفوظ رہیں" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"اب چڑھو گے بھی یا باتیں بناتے رہو گے"

"چڑھنے کے ساتھ ساتھ باتیں بنانا بھی نہایت ضروری ہے، ورنہ خوف آ دبوچے گا" فاروق نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا خوف؟" فرزانہ نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"اوپر سے نیچے گرنے کا خوف"

"کوشش کرنا کہ نیچے سے اوپر گر سکو" فرزانہ نے مشورہ دیا۔

"دھت تیرے کی" فاروق جھلا اٹھا۔

"ہائیں، ہائیں، تم محمود نہیں ہو" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تو یہ بات بتانے کے لیے دو دفعہ ہائیں ہائیں کہنے کی کیا ضرورت تھی" فاروق نے پاؤں پٹخے۔

"اب تم وقت ضائع کرنے پر اتر آئے ہو۔ ہٹو، میں ہی پہلے چڑھتی ہوں" فرزانہ نے اُسے پرے ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فاروق تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔ وہ پہلے اُوپر کے پتھر کو پکڑ لیتا اور پھر پاؤں اٹھا کر اوپر رکھتا۔ اسی طرح وہ ایک منٹ کے اندر چھت پر جا پہنچا۔ چھت پر پہنچ کر اس نے نیچے دیکھا۔ فرزانہ ابھی تک نیچے کھڑی تھی۔

"یہ سیڑھی اتنی کمزور نہیں کہ تم میرے پیچھے نہیں آ سکتی تھیں......اب کھڑی منہ کیا تک رہی ہو" اس نے کہا۔

"کیا اوپر سب خیریت ہے؟" فرزانہ نے دبی آواز میں پوچھا۔

"پتا نہیں۔ ابھی تک خیریت صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ملاقات ہونے پر پوچھوں گا کہ وہ ہم سے اس حد تک دور کیوں رہتی ہے"

"اچھا میں آ رہی ہوں" فرزانہ نے کہا اور اوپر چڑھنے لگی۔ فاروق اس دوران میں منڈیر پر بیٹھا اسے اوپر آتے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ فرزانہ بھی اس تک پہنچ گئی۔ چند سیکنڈ تک وہ اپنا سانس درست کرتی رہی اور پھر فاروق سے بولی:

"آؤ ذرا چھت کا جائزہ لیں"

"چھت میں رکھا ہی کیا ہے کہ ہم اس کا جائزہ لیں گے"

دونوں چھت کی طرف مڑے۔ ساتھ ہی انھوں نے ایک نہایت نرم اور دھیمی آواز سُنی:

"خوش آمدید"

دونوں چونک کر مڑے۔ انھوں نے دیکھا۔ ایک صاحب پستول ہاتھ میں لیے طنزیہ انداز میں انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ تنے کھڑے تھے۔ پستول کا رُخ ان دونوں کی طرف تھا۔

"فاروق، کیا تمہاری نظر کمزور ہوگئی ہے" فرزانہ نے پوچھا۔

"کیوں۔ تم نے یہ اندازہ کس طرح لگایا"

"اس طرح کہ چھت پر آنے کے بعد یہ صاحب نہیں نظر کیوں نہیں آئے: حالانکہ میں نے پوچھا بھی تھا کہ کیا اوپر سب خیریت ہے۔"

"میں اوپر چڑھتے ہی تمہاری طرف متوجہ ہوگیا تھا اور پھر میرے خیال میں اس وقت یہ صاحب یہاں تھے بھی نہیں — یہ ضرور ادھر ادھر اوٹ میں رہے ہوں گے؛ ورنہ چڑھتے وقت تو میرا منہ چھت کی طرف ہی تھا۔"

"ہاں، میں اس وقت ادھر تھا۔" چھت پر کھڑے شخص نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انہوں نے دیکھا، چھت کے درمیان میں ایک نیچی سی دیوار تھی اور اس دیوار کی اوٹ نہایت آسانی سے لی جا سکتی تھی —

"خیر چلو، معلوم ہوگیا کہ تم وہاں چھپ گئے تھے، لیکن سوال یہ ہے کہ تم ہو کون؟" فاروق نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں — یعنی کہ میں — میرا نام روڈس ہے۔"

"بہت خوب صورت بہت پیارا نام ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا —

"اور تم یہاں چھت پر کیا کر رہے ہو؟"

"نگرانی۔" اس نے کہا۔

"کس چیز کی نگرانی، چھت کی یا اپنی؟" فاروق بولا۔

"بس اس جگہ سے چاروں طرف دیکھ سکتا ہوں — اگر کوئی خطرہ نزدیک آتا نظر آیا تو میں فوراً مسٹر آرٹی باناشا کو خبردار کر دوں گا۔"

"اوہو، تو تم مسٹر آرٹی باناشا کے آدمی ہو — لاحول ولا قوۃ، پہلے سے ہی کیوں نہیں بتا دیا تھا — ہم سمجھے، شاید تم ان کے دشمن ہو، اور موقعے کی تاک میں ہو۔"

"ارے نہیں، میں تو مسٹر آرٹی باناشا سے دشمنی کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

دونوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا — یا تو یہ شخص بہت بھولا بھالا تھا یا پھر ضرورت سے زیادہ چالاک۔ فرزانہ نے کچھ سوچ کر اس سے پوچھا۔

"بس تمہارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ خطرہ دیکھ کر مسٹر آرٹی باناشا کو خبردار کر دو۔"

"نہ صرف انہیں، بلکہ میں اندرونی کمرے میں موجود جوڈن اور اس کے تینوں ساتھیوں کو بھی ہوشیار کر دوں گا۔"

"وہ کیسے؟"

"نہایت آسانی سے — یہاں چھت میں ایک روشندان بنا ہوا ہے۔ اس میں منہ ڈال کر ان لوگوں کو بھی خبردار کیا جا سکتا ہے۔"

"اوہو، ذرا دیکھیں تو سہی۔" دونوں یہ کہہ کر آگے بڑھے۔

"ہاں ہاں، دیکھ لو — ضرور دیکھ لو — میں جانتا ہوں تم مسٹر

آدمی بناشا کی اجازت سے اوپر آئے ہو۔ اگر وہ تمہیں اجازت
نہ دیتے تو تمہارے فرشتے بھی اوپر نہیں آسکتے تھے۔"
"ارے۔ تو کیا مسٹر بناشا فرشتوں کو بھی اپنے قابو میں کر لیتے
ہیں؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں، انہیں اس قسم کے کام بہت آتے ہیں۔"
دونوں آگے بڑھے۔ دیوار کے دوسری طرف انہیں وہ روشن
دان نظر آگیا۔ انہوں نے اس میں جھانک کر دیکھا اور پھر بجلی کی
تیزی سے پیچھے ہٹ آئے۔ پیچھے ہٹنے میں انہوں نے اس قدر تیزی
کا مظاہرہ کیا تھا کہ روڈس بھی حیرت زدہ رہ گیا۔

محمود نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آواز پیدا کیے بغیر
غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ ادھر دروازہ کھلا اور وہ غسل خانے
کے اندر پہنچ کر اندر سے دروازہ بند کر چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے
اس نے کسی کے قدموں کی چاپ سنی۔ دروازے میں کوئی جھری یا
سوراخ نہیں تھا۔ اس لیے دروازے میں باریک سی درز پیدا کیے بغیر
وہ آنے والے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آخر اس نے دروازے کو تھوڑا
سا اپنی طرف کھینچا اور پیدا ہونے والی درز سے آنکھ لگا دی۔ اس

کے سامنے ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔
وہ میز پر جھکا ہوا تھا اور سوٹ کیس کھول رہا تھا۔ اس نے سوٹ
کیس میں سے کوئی چیز نکالی اور پھر اسے بند کرتے ہوئے سیدھا
ہو گیا۔ اس کے بعد محمود نے اسے کمرے سے نکلتے دیکھا۔ پھر دروازہ
بند ہونے اور چابی گھومنے کی آواز سنی۔ تقریباً ایک منٹ تک
انتظار کرنے کے بعد وہ غسل خانے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔
چابیوں کا گچھا جیب سے نکالا اور سوٹ کیس پر جھک گیا۔ تین
منٹ کی کوشش کے بعد سوٹ کیس کھل گیا۔ اس میں روزمرہ
کی چیزیں بھری تھیں: البتہ ان چیزوں کے نیچے کرنل دوبرا کی
ذات پر روشنی ڈالنے والے کچھ کاغذات موجود تھے۔ ان میں اس
کی تصویر بھی تھی۔ یہ سخت سے چہرے والا آدمی تھا۔ محمود کے
جی میں نہ جانے کیا آئی کہ وہ کاغذات سوٹ کیس سے نکال کر
جیب میں رکھ لیے۔ سوٹ کیس بند کیا اور کمرے کا تالا کھولتے ہوئے
باہر نکل آیا۔ لفٹ کے ذریعے ہال میں پہنچا۔ پورے ہال پر ایک
سرسری نظر ڈالی تو کرنل دوبرا ایک میز پر بیٹھا نظر آیا۔ شاید وہ کوئی
چیز سوٹ کیس میں بھول آیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ چیز لینے کے
لیے ہی اوپر آیا ہوگا۔ اس کے منہ میں پائپ تھا۔ بائیں ہاتھ سے
اس نے پائپ تھام رکھا تھا۔ آنکھوں پر عینک تھی۔ وہ کسی گہری سوچ
میں گم نظر آ رہا تھا۔ محمود کو اس کے آس پاس کوئی میز خالی نظر نہ

آئی۔ لیکن اس کے نزدیک ایک میز پر ایک کرسی ضرور خالی پڑی
تھی۔ باقی کرسیوں پر دو عورتیں ایک مرد کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ وہ
اس سمت میں بڑھنے لگا اور قریب پہنچ کر بولا:

"اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں ذرا اس کرسی پر بیٹھ جاؤں۔
میرا سر چکرا رہا ہے اور میں مرگی کا مریض ہوں — کھڑے رہنے کی
صورت میں گر پڑوں گا۔"

"بیٹھ جائیے، بیٹھ جائیے۔" ان میں سے ایک عورت نے
جلدی سے کہا۔ محمود بیٹھ گیا۔ اب اس کا منہ کرنل دوہرا کی طرف
تھا۔ کرنل بدستور سوچ میں گم تھا۔ اس دوران میں ایک دو بار اس
نے گھڑی کی طرف بھی دیکھا۔ اچانک ایک بیرا اس کی طرف بڑھتا نظر
آیا۔ نزدیک پہنچنے پر اس نے جھک کر کہا۔

"سر، آپ کا فون ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا فون ہے۔" کرنل دوہرا چونک
کر بولا۔

"فون کرنے والے نے آپ کے کمرے اور میز کا نمبر بتایا ہے۔"
بیرے نے پرسکون انداز میں مسکرا کر کہا۔

"اوہ، ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی
طرف چلا گیا۔

محمود کی میز والے کھانے پینے میں مشغول تھے۔ چونکہ محمود نے

طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کیا تھا، اس لیے انہوں نے اس سے
کھانے میں شریک ہونے کے لیے بھی نہیں کہا تھا۔ دوسری طرف
محمود بہت بے چین تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح فون
پر ہونے والی گفتگو سن لے۔ لیکن یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا۔
کاؤنٹر سے فاصلہ بھی کافی تھا اور کرنل دوہرا کے منہ سے نکلنے والا
ایک لفظ بھی اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ عین اس
وقت محمود کی نظریں..... کرنل دوہرا کی میز کے نیچے پڑیں۔ وہاں
ایک چھوٹا سا بیگ رکھا تھا، دستی بیگ۔ شاید بیگ اژدہے
کی کھال کا بنا ہوا تھا۔ محمود کا جی چاہا، اس بیگ کو اڑا
لے جائے۔ اس خواہش نے اس قدر سر ابھارا کہ وہ مجبور ہو گیا۔
اس نے اپنی میز پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور لڑکھڑاتا
ہوا کرنل دوہرا کی میز کی طرف بڑھا۔ انداز ایسا تھا جیسے ہوٹل سے
باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ لیکن قدم ارادے کے خلاف اس
میز کی طرف اٹھ گئے۔ کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ
دیکھا۔ اچانک وہ زور سے لڑکھڑایا اور سنبھلنے کی کوشش کے دوران
میں بیگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ بس پھر کیا تھا، رکے بغیر وہ
دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ابھی دروازے سے نکلا ہی تھا
کہ اس نے کرنل دوہرا کی دھاڑتی ہوئی آواز سنی:

"ارے میرا بیگ کوئی لے گیا۔"

"کہیں وہ لڑکا ہی تو ان کا بیگ نہیں لے گیا" ایک
عورت کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی — یہ اس عورت کی آواز
تھی جس نے اسے میز پر بیٹھنے کی اجازت دی تھی۔

ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی وہ ہوٹل سے دُور ہوتا چلا
گیا — بیگ اس نے قمیص کے نیچے اُڑس لیا؛ تاہم وہ ہوٹل
سے اتنے فاصلے پر نہیں جا سکتا تھا کہ اُسے اپنے والد کی واپسی
کا بھی پتا نہ چلے — ہوٹل کے سامنے اسے ایک پارک نظر آیا۔
اس نے پارک کو غنیمت جانا اور اس میں داخل ہو گیا — اس
جگہ کا انتخاب کرنے میں اسے دیر نہ لگی، جہاں سے ہوٹل کا
دروازہ صاف نظر آ سکتا تھا — یوں اس کے خیال میں ابھی اس
کے والد کے آنے میں دیر تھی — اس نے پارک پر ایک نظر ڈالی
کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا — سکون کا سانس لے کر اس نے
بیگ کو کھولا — دوسرے ہی لمحے وہ حیران رہ گیا — بیگ میں ایک
مائیکرو کیمرہ، ایک پستول، ایک خنجر اور پلاسٹک کا ایک لفافہ موجود
تھا — لفافے میں کوئی چیز تھی — اس نے پلاسٹک کے لفافے
کو ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اندر شیشے کے کچھ ٹکڑے محسوس ہوئے
لیکن لفافے کا منہ کھولتے ہی وہ جان گیا کہ اس میں انتہائی قیمتی
ہیرے موجود ہیں — اس نے ان سب چیزوں کو اپنی مختلف جیبوں
میں منتقل کیا اور بیگ کو ایک گھنے پودے کے درمیان چھپا دیا۔

پھر اٹھ کر ٹہلتے ہوئے پارک سے باہر نکل آیا — اب وہ ہوٹل
کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا — ٹھیک آدھ گھنٹے بعد
اس نے ایک جیپ کو ہوٹل کی طرف آتے دیکھا۔ جیپ سے اس
کے والد کی بجائے کوئی اور ہی شخص اتر رہا تھا؛ حالانکہ جیپ
اس کے والد کی ہی تھی —

وہ حیرت زدہ رہ گیا اور سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کرے —

کرنل دوہرا

روشن دان میں انہیں شہد کی مکھیوں کا ایک چھتا نظر آیا۔

اور اگر وہ پیچھے ہٹنے میں اس قدر تیزی سے کام نہ لیتے تو اس وقت تک بیسیوں مکھیاں انہیں کاٹ چکی تھیں — ان کے ہٹنے کے باوجود بہت سی مکھیاں تعاقب میں آئی تھیں — لیکن اب وہ انہیں نہیں کاٹ سکتی تھیں — انہوں نے اس تیزی سے ہاتھ چلائے کہ مکھیاں ناکام ہو گئیں اور کتنی ان کے ہاتھوں سے ٹکرا کر گر گئیں — وہ ان سے بچنے کے لیے چھت کے دوسرے سرے پر چلے آئے — جہاں روڈس طنزیہ ہنسی ہنس رہا تھا۔

"بھئی، تم تو بہت ڈرپوک نکلے — میں تو اس سوراخ میں کئی بار منہ دے چکا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے، ان مکھیوں سے آپ کا نزدیکی رشتہ ہے۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"ہاں، تم ٹھیک سمجھے — یہ میری تایا زاد بہنیں ہیں۔"

"آؤ فاروق، ذرا ہم اس دوسرے روشن دان کو بھی دیکھ لیں جو ہمیں نیچے سے نظر آیا تھا۔" فرزانہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا اس روشن دان کے ذریعے اندر جانے کا ارادہ ہے؟" روڈس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں، تمہیں اندر داخل کرنے کا ارادہ ہے۔" فرزانہ نے بھنا کر کہا۔

"تم میری فکر نہ کرو — میرے لیے اندر جانا کوئی مشکل نہیں۔"

"مسٹر روڈس، اطمینان رکھو۔ اگر میں نے تمہاری تایا زاد بہنوں کو تمہارے خلاف نہ بھڑکا دیا تو میرا نام بھی فاروق نہیں۔"

"اچھا تو تم فاروق ہو — مجھے ابھی معلوم ہوا — کاش تم پہلے بتا دیتے۔" روڈس نے شریر انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کیوں، پہلے بتا دینے کی صورت میں کیا ہو جاتا؟" فرزانہ چونک کر بولی۔

"ہونا ہوانا کیا تھا، بس مجھے پہلے ہی ان کا نام معلوم ہو جاتا اور تمہارا بھی — لیکن تم نے تو اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔" روڈس کا انداز بالکل بچکانا تھا۔

"مجھے فرزانہ کہتے ہیں — ہمارا تیسرا بھائی محمود کہلاتا ہے — کہیں تو بقیہ لوگوں کا بھی غائبانہ تعارف کرادوں۔"

"نہیں، اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے کہ تم انسپکٹر جمشید کی اولاد

ہوئے روڈس بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں کچھ تو معلوم ہے — اب مہربانی فرما کر ہمیں چھت کے باقی حصے کا جائزہ لے لینے دو — کیوں کہ مسٹر آرٹی بناشا نے ہمیں اس کی اجازت دی ہے۔"

"تو میں نے کب روکا ہے — میں نے تو تمہیں روشن دان میں جھانکنے سے بھی نہیں روکا تھا کہ کہیں تم برا نہ مان جاؤ اور مسٹر بناشا سے میری شکایت نہ کرو۔"

انہوں نے روڈس کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا — اتنا عجیب آدمی انہوں نے شاید زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا — اب انہوں نے محسوس کیا کہ آرٹی بناشا نے روڈس کا انتخاب کر کے غلطی نہیں کی — اس قدر ٹھنڈے دماغ کے آدمی ہی ایسی جگہوں پر کامیاب آدمی ثابت ہوا کرتے ہیں۔

"مسٹر روڈس، میں آپ کو مان گئی۔" آخر فرزانہ نے اس کی چالاکی کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مان گئی ہو — یہ کہ میں روڈس ہوں — اس میں ماننے یا نہ ماننے والی کیا بات ہے اور اگر تم نہ مانو گی، تب بھی مجھے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"یار، تم تو ہمارا دماغ چاٹ جاؤ گے چھت پر؛ حالانکہ ابھی ہمیں نیچے بھی اترنا ہے۔"

"اوہ ہاں، واقعی — یہ تو میں بھول ہی گیا۔"

"چلو، اب تو یاد آ گیا۔" فاروق بولا۔

"فاروق، اب تم خود اس کے ساتھ وقت ضائع کر رہے ہو۔ اسے تو ظاہر ہے — وقت گزارنا ہے — یہ لوگ یہ بھی چاہیں گے کہ ہم کچھ بھی نہ کر سکیں۔" فرزانہ نے جھنجلا کر کہا اور فاروق اس کے ساتھ چکر کاٹ کر اس منڈیر تک پہنچا جس کے نیچے انہوں نے روشندان دیکھا تھا — فرزانہ پیٹ کے بل منڈیر پر لیٹ گئی اور سر کو نیچے جھکا کر دیکھا — روشن دان قدرے نیچے تھا۔ اس لیے اس کا سر اس تک نہ پہنچ سکا —

"فاروق، میں تم سے ہلکی ہوں نا؟" فرزانہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"یہ اس حالت میں تمہیں ہلکے اور بھاری کا کیا خیال آ گیا۔" فاروق کے لہجے میں حیرت در آئی —

"میرا منہ روشندان تک نہیں پہنچ رہا۔" فرزانہ بولی۔

"تو پھر — اس بات سے تمہارے ہلکے یا وزنی ہونے کا کیا تعلق؟" فاروق نے پوچھا —

"میں جھکنا چاہتی ہوں، اتنا کہ میرا منہ روشن دان تک پہنچ جائے — اس کے لیے تمہیں میری ٹانگوں کو مضبوطی سے پکڑ کر پیچھے کی طرف لٹکانا ہو گا — یہاں تک کہ میرا منہ روشندان تک پہنچ جائے — چہرے کے ساتھ میرے ہاتھ بھی لٹکے ہوئے ہوں گے

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں میرا پورا [illegible] ہو گا اور وہ تم اسی صورت میں سہار سکو گے، اگر تم مجھ سے وزنی ہوئے؛ ورنہ تم خود بھی الٹ جاؤ گے اور ہم دونوں نیچے سیکڑوں فٹ گہری کھائی میں جا گریں گے۔"

"تب پھر میں تم سے وزنی ہوں — تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں نہایت آسانی سے لٹکا سکوں گا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"تو پھر پکڑ لو میری ٹانگیں — لیکن یاد رہے، اگر ٹانگیں تمہارے ہاتھ سے نکل گئیں تو ابا جان، محمود اور امی جان تمہیں ہرگز معاف نہیں کریں گے۔"

"فکر نہ کرو — اس صورت میں میں ان سے معافی چاہوں گا بھی نہیں، بلکہ اپنی صورت بھی انہیں نہیں دکھاؤں گا — تمہارے پیچھے ہی میں بھی چلا آؤں گا۔" فاروق نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"یہ اور بھی غلط ہو گا، کیونکہ خودکشی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ اس کی دی ہوئی زندگی کا خاتمہ ہم اپنے ہاتھوں سے کر لیں، بلکہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خودکشی کرنے والا مرنے کے بعد بہت بھیانک عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور قیامت کے بعد بھی اس کی نجات نہیں ہو گی، اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ تک نہیں پڑھایا جاتا۔"

"بہت اچھا، اگر خدانخواستہ میں تمہاری ٹانگوں کو مضبوطی سے پکڑے نہ رہ سکا اور تم نیچے جا پڑیں تو میں خودکشی نہیں کروں گا — ابا جان، محمود اور امی جان مجھ سے جو سلوک بھی چاہیں کر سکتے ہیں۔" فاروق نے بے بسی کے انداز میں کہا۔

"اب تم وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"یہ نئی کہی، تقریر اچھی خاصی لمبی کر کے وقت خود ضائع کیا اور الزام مجھے دے رہی ہو۔" فاروق نے جھلا کر کہا اور اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں — فرزانہ نے آہستہ آہستہ نیچے کھسکنا شروع کیا — روشن دان منڈیر سے کافی نیچے تھا۔ اس لیے جب تک اس کا پورا دھڑ لٹک نہیں گیا، چہرہ روشن دان کے سامنے نہ آیا۔ ادھر فاروق کو اس کا پورا جسم سنبھالنا پڑا تو دن میں تارے نظر آ گئے — اسے اپنے جسم کی ساری طاقت بازوؤں میں سمیٹ لینا پڑی — اس وقت اس نے فرزانہ کی آواز سنی:

"بس کرو فاروق، اب میں روشن دان کے بالکل سامنے ہوں اور اس میں سے کمرے کے اندر جھانک سکتی ہوں۔"

"فف — فرزانہ — تمہارا وزن۔" فاروق ہکلایا۔

"کیا ہوا میرے وزن کو — کیا یہ زیادہ ہو گیا ہے؟" فرزانہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نے غلط اندازہ لگایا تھا — تمہارا وزن اگر میرے

وزن سے کم نہیں تو برابر ضرور ہے اور مجھے اسے سنبھالنے میں
کافی دقت پیش آ رہی ہے — فرزانہ، میں تسلیم کرتا ہوں کہ
زیادہ دیر تک نہیں سنبھال سکوں گا۔"

"اوہ۔ اچھا تو پھر تم مجھے اوپر کھینچ لو۔ کہیں میں [illegible]
نیچے نہ جا پڑوں" فرزانہ نے پُرسکون آواز میں کہا۔

فاروق اسے اوپر کھینچنے لگا، یہاں تک کہ فرزانہ کا پورا
جسم اوپر آ گیا — دونوں تقریباً بے دم ہو کر ہانپنے لگے۔
ایسے میں ان کی نظریں روڈس پر پڑیں — وہ دونوں کو
اس طرح پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس دنیا کی
بجائے کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔

"آخر تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہم — ہم کچھ کام بلا ضرورت بھی کرتے رہتے ہیں یہ الگ
بات ہے کہ بلا ضرورت کیے جانے والے کام بھی ہمارے لیے
بہت نفع بخش ثابت ہو جاتے ہیں" فاروق نے معصوم
صورت بنا کر کہا۔

"لیکن اس کام سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔
ہوا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تم کمرے کے اندر جھانکنے میں
کامیاب ہو گئے ہو۔ بھلا اس سے تم کیا فائدہ اٹھا لو گے؟"

"چلو، نہ اٹھا سکیں گے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے

"
سے یہ کہیں بہتر ہے کہ آدمی کچھ نہ کچھ کرتا رہے — اور کچھ نہ سہی
تو خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔

"ہاں واقعی، یہ تو ہے۔ اب میں بھی خون کی گردش تیز
کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"ایسا کر کے تم بہت فائدے میں رہو گے۔"

"کیا تم لوگ اس امکان کا جائزہ لے رہے ہو کہ مسٹر آرٹی
بناشا کے منصوبے کو ناکام بنا دو۔ اگر یہ سوچ رہے ہو تو غلطی
پر ہو، کیونکہ مسٹر بناشا کے منصوبے اتنے کچے نہیں ہوتے۔
اسی سے اندازہ لگا لو کہ تم لوگوں کو اس نے آزادانہ ادھر ادھر
گھومنے کی اجازت دے دی ہے۔ صرف اس لیے تاکہ تم اس کا
کچھ نہیں بگاڑ سکتے — تمہیں میرے بارے میں بھی نہیں معلوم تھا
کہ میں یہاں موجود ہوں گا، جب کہ مسٹر بناشا نے مجھے یہاں آتے
ہی اوپر چڑھنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس مکان کی طرف اگر ہماری
امیدوں کے خلاف کچھ لوگ آتے نظر آئے تو ہم فوری طور پر
صدر صاحب کو ہلاک کرنے کی دھمکی دے دیں گے — تم جانتے
ہی ہو، ان حالات میں پوری ایک فوج بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔
تاہم آرٹی بناشا کو یقین ہے کہ تمہارے والد اپنے پیچھے کسی کو
لانے کی غلطی نہیں کریں گے۔"

گویا وہ معاہدے کی فائل مسٹر آرٹی بناشا کے حوالے کر دیں

گے؟" فرزانہ نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"جی نہیں، وہ کرنل دوہرا کے حوالے کریں گے۔ شاید تم یہ سوچ رہے ہو، اس کے تمام ساتھیوں کو منصوبے کے بارے میں پوری طرح معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن ان کا اصول یہ ہے کہ اپنے تمام ساتھیوں کو تمام تفصیل بتا دیتے ہیں، تاکہ کوئی بھی شخص لاعلمی میں کوئی بھیانک غلطی نہ کر بیٹھے۔"

"ہوں، تمہارے آرٹی بناشا کی عقل کا قائل ہونے کو جی چاہتا ہے۔" فاروق بولا۔

"ارے تو قائل ہو جاؤ نا۔ منع کس نے کیا ہے؟"

"پہلے ذرا ہم مکان کے ادھر ادھر ایک چکر لگا لیں اور یہ دیکھ لیں کہ مسٹر بناشا کے منصوبے میں کوئی نقص ہے یا نہیں۔ اگر نقص نہ ملا تو ضرور قائل ہو جائیں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اے فاروق، تم صرف اپنی حد تک وعدہ کر سکتے ہو۔ میں نے قائل ہونے کی کوئی بات نہیں کی۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا اور پھر نہ جانے اسے کیا سوجھی کہ یک لخت روڈس کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرے ہی لمحے پستول فرزانہ کے ہاتھ میں تھا۔ روڈس ہکا بکا رہ گیا۔ چند سیکنڈ کے لیے اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ منہ کھولتا، فرزانہ نے سرگوشی میں کہا:

"خاموش رہیے۔ مسٹر روڈس، ورنہ کم از کم تم اپنی جان سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ تم ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے ہو، کیونکہ ابھی ابھی تم نے ہی ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ مسٹر بناشا منصوبے کی تمام تفصیل ہر ساتھی کو بتا دیتے ہیں۔ اس صورت میں ہمارا ذکر بھی ضرور آیا ہوگا۔ آپ کو ہمارے بارے میں بھی ہر بات بتائی گئی ہوگی، لہٰذا تم سوچ ہی سکتے ہو کہ ہم کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہم تمہیں اس وقت منڈیر سے دھکا تو دے ہی سکتے ہیں۔ اس صورت میں تم سیکڑوں فٹ گہری کھائی میں جا گرو گے اور تمہارے گرنے کی آواز یقیناً مسٹر بناشا کے کانوں میں نہیں آ سکے گی۔ وہ یہی خیال کرتے رہیں گے کہ تم صحیح سلامت اوپر پہرہ دے رہو۔ کیوں ٹھیک ہے؟" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

روڈس نے بے بسی کے عالم میں سر ہلا دیا۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس وقت وہ دونوں اسے دھکا دے کر نیچے گرا سکتے تھے، کیوں کہ اس وقت اس کی کمر منڈیر سے چھو رہی تھی۔

"تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو دوست۔" فاروق نے سرد آواز میں سرگوشی کی۔ اس کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ فاروق اس کے دائیں پہلو کی طرف کھسکنے لگا۔

زونانہ سمجھ گئی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

انسپکٹر جمشید نے ایک جگہ رک کر کسی کو ایک فون کیا اور پھر آگے روانہ ہوئے — آخر انہوں نے اپنی جیپ صدر صاحب کے دفتر کی عمارت کے سامنے روک دی — اندر داخل ہونے کے لیے انہیں کئی جگہ خصوصی اجازت نامہ دکھانا پڑا — یوں دکھانے کو وہ صدر صاحب کی تحریر بھی دکھا سکتے تھے — لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ وہ تحریر تو صرف شیر اکرم کو ہی دکھائی جا سکتی تھی۔ آخر کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد وہ شیر اکرم تک پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹے سے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا۔ شکل صورت سے حد درجے ذہین دکھائی دیتا تھا — انسپکٹر جمشید نے منہ سے ایک لفظ بھی نکالے بغیر صدر صاحب کی تحریر اس کے حوالے کر دی۔ تحریر کو پڑھ کر اس نے چند لمحوں تک انسپکٹر جمشید کو گھورا — پھر سوچ میں گم ہو گیا — تحریر میں صاف لکھا تھا کہ انسپکٹر جمشید سے کوئی سوال نہیں پوچھا جا سکتا — آخر وہ اٹھا اور بائیں طرف ایک دروازہ کھول کر اس کے دوسری طرف چلا گیا — انسپکٹر جمشید انتظار کرتے رہے۔ تقریباً بیس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی — فائل اس کے ہاتھ

میں تھی۔ وہ اس نے ان کے حوالے کر دی — فائل لیے انسپکٹر جمشید اس کے کمرے سے باہر نکل آئے — ان کے باہر نکلتے ہی شیر اکرم میز پر لگے فونوں میں سے ایک میں بولا:

"ابھی ابھی انسپکٹر جمشید باہر نکلے ہیں۔ ان کا پوری احتیاط سے تعاقب کیا جائے — انہیں تعاقب کی سن گن ہرگز نہ لگے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا سر کرسی کی پشت سے لگا دیا اور فکرمندانہ انداز میں سوچ میں گم ہو گیا — معاملہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ فائل کے متعلق اسے ہدایات تھیں کہ صدر صاحب کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہ دی جائے — لیکن اب صدر صاحب کا ہی حکم آیا تھا کہ فائل انسپکٹر جمشید کے حوالے کر دی جائے — اگر انسپکٹر جمشید کے پاس صدر صاحب کی تحریر نہ ہوتی تو فائل انہیں ہرگز نہ دی جا سکتی تھی —

انسپکٹر جمشید عمارت سے باہر نکل کر جیپ میں بیٹھ کر ہوٹل کاشان کی طرف روانہ ہوئے، لیکن فوراً ہی انہیں احساس ہو گیا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے — ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے — انہیں شیر اکرم سے اس عقل مندی کی امید نہیں تھی — یہ چیز ان کے کام میں رکاوٹ ڈال سکتی تھی۔ وہ اس معاملے میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کر سکتے تھے — آخر انہوں نے چند لمحوں کے لیے کچھ سوچا — پھر ایک ہاتھ سٹیرنگ پر رکھتے ہوئے دوسرے سے اپنی

جیب میں سے کچھ نکالا اور پھر ان کا ہاتھ [illegible] چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی شکل صورت بالکل تبدیل ہو چکی تھی۔ اب انہوں نے جیپ کو سڑک کے کنارے روکا اور جلدی جلدی اپنا کوٹ اتارنے لگے — اسے الٹ کیا اور فوراً پہن لیا — یہ کوٹ دونوں طرف سے پہنا جا سکتا تھا — اب ان کے حلیے میں زمین آسمان کا فرق پڑ چکا تھا — اور تھوڑی دیر پہلے انہیں دیکھنے والے کسی طرح بھی نہیں پہچان سکتے تھے — جلد ہی انہوں نے ایک سرخ رنگ کی کار آتے دیکھی — ان کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ آہستہ ہو گئی اور پھر آگے گزر گئی، لیکن اب اس کی رفتار بہت کم ہو چکی تھی —

یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے اور جیپ پھر آگے بڑھا لے گئے۔

تھوڑی دیر بعد سرخ کار پھر ان کے پیچھے آ گئی — حلیہ تبدیل کرنے کے بعد بھی سرخ کار والا تعاقب کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔ آخر انسپکٹر جمشید نے جھلا کر جیپ روک لی اور نیچے اتر کر سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے — اس جگہ سڑک تقریباً بے آباد تھی — سرخ کار نزدیک آئی اور پھر ان کے اشارے پر رک گئی۔ انہوں نے دیکھا اس میں ایک بڑی بڑی مونچھوں والا، سخت سے نقوش والا آدمی بیٹھا تھا —

"آپ میرا تعاقب کس لیے کر رہے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نرم آواز میں بولے —

"جی — مم — میں، نہیں تو — آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"جی نہیں، غلط فہمی نہیں ہوئی — یہ دیکھیے ثبوت۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے منہ کے آگے کر دیا — دوسرے ہی لمحے ہاتھ اس زور سے اس کے ناک کی ہڈی سے ٹکرایا کہ اسے یقیناً دن میں تارے نظر آ گئے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سر سٹیرنگ سے آ لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا — وہ تیزی سے مڑے اور جیپ میں بیٹھ کر ایک بار پھر روانہ ہو گئے۔ ہوٹل کاشان کے پاس پہنچ کر انہوں نے دائیں بائیں ایک نظر ڈالی — ساتھ ہی ان کی نظر محمود پر پڑی — اس وقت انہیں یاد آیا، وہ اپنا حلیہ تبدیل کر چکے ہیں — ایک لمحے کے لیے وہ سوچ میں ڈوب گئے کہ اسی حلیے میں رہیں یا اپنی اصل شکل صورت میں آ جائیں — آخر انہوں نے اسی حالت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ محمود کو ایک خاص اشارہ دیا — وہ تیر کی طرح ان کے قریب چلا آیا —

"تو یہ آپ ہی ہیں — میں تو ڈر گیا تھا کہ جیپ تو آپ کی ہے اور چلانے والا کوئی اور ہے۔"

"ضرورتاً ایسا کرنا پڑا — صدر صاحب کے ریکارڈ کیپر نے اپنا ایک آدمی تعاقب میں لگا دیا تھا۔"

"اوہ، تو پھر پیچھا چھڑا لیا آپ نے؟"

"پہلے تو میں نے صرف میک اپ کر کے اس سے پیچھا چھڑانا
چاہا، لیکن وہ باز نہیں آیا — آخر اسے ایک خوراک دینا پڑی۔
"ادھر میں کرنل دوہرا کے کمرے میں ہو آیا ہوں۔"
"بہت خوب، جلدی سے تفصیل سُناؤ۔" انہوں نے حیران
ہو کر کہا —
محمود نے اندر جانے کا حال کہہ سُنایا — اس کے خاموش ہوتے
ہی انسپکٹر جمشید بولے:
"میں سمجھ گیا — مائیکرو کیمرے کے ذریعے وہ فوری طور پر اس
فائل کی مائیکرو فلم اتارے گا — اس طرح فائل ہاتھ سے جانے
کے ڈر سے محفوظ ہو جائے گی۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ پہاڑی
والے مکان میں جائے گا اور آرٹی نباشا سے کہے گا کہ معاہدے
کی فائل ان کے قبضے میں آ چکی ہے۔"
"لیکن اب وہ کیا کرے گا۔" محمود بولا۔
"ہم یہاں پہنچ چکے ہیں — اس لیے فوری طور پر کسی
کیمرے کا بندوبست تو وہ کر نہیں سکے گا، اس لیے فائل کو ہی
اپنے قبضے میں کرنے کی سوچے گا۔ آؤ اندر چلیں۔"
"لیکن ابا جان، میں تو اندر پہچان لیا جاؤں گا۔"
"اوہ ہاں، تمہارے چہرے میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کرنا پڑے
گی۔"

انہوں نے محمود کو جیپ میں بٹھا کر اس کے چہرے میں تبدیلی
کی — اب اس کی ناک پھیل گئی تھی اور ہونٹ پہلے کی نسبت
بہت موٹے ہو گئے تھے — کپڑوں کا فی الحال کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔
چنانچہ وہ اندر داخل ہوئے — انسپکٹر جمشید کا رُخ کاؤنٹر کی
طرف تھا —
"مجھے کرنل دوہرا سے ملنا ہے، وہ میرا انتظار کر رہے ہوں
گے — اگر وہ ہال میں موجود ہوں تو انہیں اوپر بھیج دیں۔ ان کے
کمرے کا نمبر مجھے معلوم ہے۔"
"جی بہتر۔" کاؤنٹر مین نے کہا —
دونوں تیز تیز چلتے لفٹ تک آئے اور پھر تیسری منزل پر پہنچ
گئے — کمرہ نمبر تین سو دو کا دروازہ کھلا نظر آیا — شاید کلرک نے
نیچے سے فون کر کے کرنل دوہرا کو اطلاع دے دی تھی۔ دروازے پر
پہنچے تو اندر محمود کو وہی شخص نظر آیا جس کا بیگ وہ لے اُڑا تھا۔
"کرنل دوہرا پلیز۔"
"یس پلیز، اندر آ جائیے۔" کرنل دوہرا نے ان پر ایک
نظر ڈالتے ہوئے کہا اور پھر وہ بار بار محمود کو دیکھنے لگا —
"میں فائل لے آیا ہوں۔"
"بہت خوب، پہلے میں فائل کو ایک نظر دیکھوں گا — اس کے
اصلی ہونے کی جانچ پڑتال کروں گا، پھر فائل کو ایک محفوظ جگہ

پہنچا دوں گا اور وہاں سے سیدھا پہاڑی مکان تک پہنچ جاؤں گا۔ آپ
یہاں سے براہ راست مکان پر پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ ہم سے پہلے ہی مکان پر
نہیں پہنچ جاتے، وہاں پہنچتے ہی آپ آرٹی بناشا کو بتائیں گے کہ
فائل مل گئی ہے؛ چنانچہ وہ صدر صاحب کو ہلاک کرنے کا حکم دے
دے گا اور پھر آپ لوگ فرار ہو جائیں گے۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔" کرنل دوہرا نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔"

"دراصل ابھی تھوڑی دیر پہلے میرا ایک بیگ چوری ہو گیا ہے،
اس بیگ میں کچھ بہت ہی قیمتی اور ضروری چیزیں تھیں — پہلے وہ اچھا
بھلا یہاں میرے سوٹ کیس میں رکھا تھا — نہ جانے مجھے کیا خیال
آیا کہ میں نیچے سے اوپر آکر اسے نکال لے گیا اور میز کے نیچے رکھ
دیا۔ بس وہاں سے کوئی اسے لے اُڑا۔"

"اوہ، مجھے بہت افسوس ہے — اگر آپ کے پاس وقت ہوتا
تو میں آپ کا بیگ ضرور تلاش کر دیتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں، ہاں تو آپ گارنٹی کی بات کر رہے تھے۔
اس وقت صورت حال کچھ ایسی ہے کہ آپ ہماری ہر بات ماننے پر
مجبور ہیں۔ نہ ماننے کی صورت میں آپ کے صدر جان سے ہاتھ دھو
دھو بیٹھیں گے — ہم صرف زبانی گارنٹی ہی دے سکتے ہیں۔ اس کے

علاوہ اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں؟"

"نہیں، پہلے مجھے اس فائل کا بندوبست کرنا ہوگا — جب تک
یہ محفوظ جگہ پر نہیں پہنچ جاتی، میں آرٹی بناشا سے جا کر یہ نہیں
کہہ سکتا کہ کام ہو گیا ہے اور جب تک وہ میرے منہ سے الفاظ
نہیں سُن لیتے۔ اس وقت تک صدر صاحب کی جان نہیں چھوٹے
گی۔"

"صورتِ حال بہت الجھی ہوئی ہے — مجھے کچھ سوچنے کی مہلت
دے سکتے ہیں آپ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ ابھی تک انہوں نے
فائل کرنل کے حوالے نہیں کی تھی۔

"آپ پانچ منٹ تک سوچ بچار کریں — فائل میرے حوالے نہ
کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے جان بوجھ کر صدر صاحب کو موت
کے حوالے کر دیا۔" کرنل دوہرا نے گویا دھمکی دی۔

"ٹھیک ہے، ہم پانچ منٹ تک غور کر لیتے ہیں — آپ
یہیں ہمارے سامنے بیٹھے رہیے۔"

"فائل کے بغیر میں جاؤں گا بھی کہاں۔" کرنل دوہرا مسکرایا۔

اس کے بعد کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی — محمود حیران تھا کہ
اس کے والد کیا سوچ رہے ہیں — انہیں تو جو کچھ بھی سوچنا تھا پہلے
ہی سوچ چکے ہوں گے — وقت بہت آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔ محمود

کا دل دھک دھک کرتا رہا — پھر برآمدے میں کوئی شخص کھنکارا - اس
کے کھنکارنے کی آواز سن کر انسپکٹر جمشید چونکے ، جیسے گہری نیند میں
ڈوبے رہے تھے — پھر انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی ، ابھی پانچ
منٹ پورے نہیں ہوئے تھے —

"میں سوچ چکا ہوں کرنل دوہرا — فائل آپ کے حوالے کرنے
کے سوا کوئی چارہ نہیں " ان کے لہجے میں شکست کے آثار نمایاں
تھے ۔

"بہت خوب ۔ میں جانتا تھا ، آپ اسی فیصلے پر پہنچیں گے ۔
عقل مندی کا تقاضا بھی یہی ہے " کرنل دوہرا نے مسکرا کر کہا ۔

عجیب مقابلہ

دائیں پہلو کی طرف کھسکتے ہوئے فاروق منڈیر تک جا پہنچا —
اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ منڈیر پر پڑے ایک پتھر پر پڑا اور
پھر اس سے پہلے کہ روڈس بچاؤ کے لیے کچھ کر سکتا یا حلق سے
کوئی آواز نکال سکتا — پتھر اس کے سر کے پچھلے حصے پر پوری
قوت سے لگا — اس کے ساتھ ہی فرزانہ کا ایک ہاتھ اس کے منہ
پر جم گیا — روڈس کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکل سکی — وہ
لہرایا اور نیچے گرتا چلا گیا — فاروق نے اپنا رومال جیب سے نکالا
اور اس کے منہ میں ٹھونس دیا — پھر فرزانہ کا رومال لے کر اس کے
منہ پر باندھ دیا — اسی وقت نیچے سے آرٹی بناشا کی آواز سنائی دی :

" روڈس ، یہ لوگ اوپر کیا کر رہے ہیں — بہت دیر ہو گئی ہے
انہیں اوپر گئے ہوئے "

" مسٹر آرٹی بناشا ، ہم تینوں یہاں پر خیریت سے ہیں اور آپ
کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں — ہم یہاں بیٹھے آپس

کی باتیں کر رہے ہیں ۔۔ اگر آپ کو بھی آپس کی باتوں کا شوق ہو تو آپ بھی اوپر آجائیں "۔ فاروق نے چہکتی آواز میں کہا۔

" روڈس، میں تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں "۔ نیچے سے پھر آرٹی بناشا نے کہا ۔۔

" بھئی روڈس، تم جواب کیوں نہیں دیتے ۔۔ مسٹر بناشا پریشان ہو رہے ہیں ۔۔ ارے یہ کیا، تمہیں تو نیند آرہی ہے ۔۔ ہائیں تم تو اونگھ رہے ہو ۔۔ ارے لاحول ولا ۔۔ بلکہ قوۃ بھی "۔ فاروق نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

" کیا مطلب؟" نیچے سے آرٹی بناشا نے چونک کر کہا ۔۔

" مطلب یہ کہ آپ اوپر آکر دیکھ لیں، مسٹر روڈس چھت پر لیٹ گئے ہیں ۔۔ اب انہوں نے آنکھیں بھی بند کر لی ہیں؛ گویا نیند کا حملہ پوری طرح ہو چکا ہے "۔

" یہ نہیں ہو سکتا ۔ ضرور تم نے کوئی گڑبڑ کی ہے لیکن خیر، روڈس پر قابو پا کر تم میرے منصوبے میں کوئی خلل نہیں ڈال سکو گے "۔ آرٹی بناشا نے جھلا کر کہا ۔۔

" توبہ توبہ، ہم نے ایسی بات سوچی بھی نہیں اور یہ روڈس صاحب، ہم سے پوچھے بغیر ہی سو گئے ہیں "۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

" خیر خیر، نمٹوں گا تم سے بھی "۔

" ارے باپ رے ۔ بھئی فرزانہ مارے گئے ہم تو ۔ مسٹر بناشا

ہم سے نمٹیں گے ۔۔ سنا ہے، یہ جس سے بھی نمٹتے ہیں، بہت بری طرح نمٹتے ہیں "۔

" خدا رحم کرے "۔ فرزانہ بڑبڑائی ۔۔

اس دوران میں فاروق اپنی بیلٹ اتار چکا تھا، پھر اس نے فرزانہ سے اس کا کلپ لے لیا اور بیلٹ کو گھماتے ہوئے چھت والے روشن دان کی طرف بڑھا ۔ روشن کے اوپر جھک کر اس نے کلپ کا بٹن دبایا اور پھر اس سے نکلنے والی شعاع مکھیوں کے چھتے پر لہرانے لگی ۔۔ مکھیوں میں ایک طوفان سا مچ گیا ۔۔ تھوڑی دیر تک چھتے میں طوفان کے آثار جاری رہے ۔۔ آخر حرکت کے آثار ختم ہو گئے ۔ یوں لگا جیسے چھتے کی ساری مکھیاں گہری نیند سو گئی ہوں ۔۔

" فرزانہ، اب ہمارا اصل کام شروع ہوتا ہے ۔۔ دعا کرو، بیلٹ نہ ٹوٹے "۔ فاروق نے فرزانہ کے کان میں کہا۔

" آمین "۔ فرزانہ کے صرف ہونٹ ہلے ۔۔ اس کے بعد فرزانہ نے بیلٹ کا کنڈے والا سرا دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیا اور بیلٹ کو روشن دان میں لٹکا دیا ۔۔ اب فاروق سر کے بل روشن دان میں داخل ہوا ۔ اس کا دایاں ہاتھ سر سے بھی پہلے روشن دان میں داخل ہو چکا تھا ۔۔ اس نے دیکھا آرٹی بناشا کے چاروں آدمی چوکس کھڑے تھے ۔ ان کے ہاتھوں میں پستول بھی تھے ۔۔ موقع زندگی اور موت کا تھا ۔ آنکھوں میں شعاع

پڑنے سے پہلے اگر وہ اس پر فائر جھونک دیتے تو اس کا خاتمہ یقینی تھا — اور شعاع ڈالنے سے پہلے انہیں اپنی طرف دیکھنے کی دعوت دینا ضروری تھا — اس نے چند سیکنڈ کے لیے سوچا اور پھر منہ سے سیٹی کی باریک سی آواز نکالی — چار میں سے ایک نے فوراً چونک کر اوپر دیکھا — فوراً ہی اس کی آنکھوں میں شعاع پڑی اور وہ چیخ مار کر گرا — پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا — اس کے دونوں ہاتھ آنکھوں پر جم گئے — باقی تینوں نے ہڑبڑا کر اوپر دیکھا اور اسی لمحے ان تینوں کی آنکھوں میں بھی شعاع گری ساتھ ہی فاروق بیلٹ پر پھسلتا نیچے کود گیا — اس نے ان چاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور جیب سے بلیڈ نکال کر ان رسیوں پر پل پڑا، جن سے سلاخیں بندھی تھیں — اسی وقت آرٹی نباشا دھاڑ کر بولا:

"اندر کیا ہوا ہے، تم لوگ کیوں چیخے ہو؟"

"مسٹر آرٹی نباشا، یہ چیخیں روڈس کی تھیں — اس نے روشندان میں منہ دے دیا تھا — شہد کی مکھیاں اس کے منہ سے پلٹ گئی ہیں" فرزانہ نے بلند آواز میں کہا: "چونکہ اس کا منہ روشن دان میں ہے، اس لیے آپ کو آواز کمرے سے آتی محسوس ہو رہی ہے۔"

"روشن دان میں جھانک لیا تھا، لیکن تم نے بتایا تھا کہ وہ

سو گیا ہے۔"

"جی ہاں، وہ سوتے میں ہی تو روشن دان تک پہنچ گیا تھا" فرزانہ بولی —

"میں سمجھ گیا، ضرور تم نے اس کا منہ روشن دان سے لگا دیا ہوگا" آرٹی نباشا نے دانت پیس کر کہا۔

"ارے باپ رے، یہ تو سمجھ گئے ہیں" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا —

"ٹھہرو، میں اوپر آ رہا ہوں — جورڈن، ہوشیار رہنا، ذرا بھی خطرہ محسوس کرو تو صدر صاحب کو ضرور نشانہ بنا دینا اور اگر تم کرنل ودہرا کی آواز سنو تو بھی صدر صاحب کو نشانہ بنا دینا۔ کیونکہ فائل حاصل کرنے کے بعد ہم صدر صاحب کو زندہ چھوڑ کر کیا کریں گے — دشمن ملک کو جتنا زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، پہنچانا چاہیے"

اس کے ساتھ ہی آرٹی نباشا پتھروں کی بنی سیڑھی کی طرف بڑھا — فرزانہ پہلے ہی اس طرف پہنچ چکی تھی — اس نے جلدی جلدی چھت پر بکھرے پتھر اس جگہ جمع کر لیے، پھر ایک پتھر ہاتھ میں تولتے ہوئے بولی:

"مسٹر آرٹی نباشا، میری طرف سے پہلا پتھر وصول کرو"

آرٹی نباشا نے چونک کر اوپر دیکھا — ابھی اس نے چڑھنا

شروع نہیں کیا تھا — اسے فرزانہ کے ہاتھ میں پتھر نظر آیا —

"آنے دو۔" اس نے لاپروائی سے کہا — فرزانہ نے اس کے سر کا نشانہ لے کر پتھر چھوڑ دیا لیکن پتھر زمین پر گرا — آرٹی بناشا صاف بچ گیا تھا — اب فرزانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اسے پتھر اس وقت مارنا چاہیے تھا جب آرٹی بناشا چڑھنا شروع کر چکا ہوتا — اس نے جھک کر دوسرا پتھر اٹھایا اور اس مرتبہ باقاعدہ نشانہ لے کر پتھر پھینک کر مارا، لیکن آرٹی بناشا یہ وار بھی بچا گیا — اس بار اس نے نہ صرف وار بچایا، بلکہ تیزی سے جھک کر خود بھی وہ پتھر اٹھا لیا اور فرزانہ پر بلا کی پھرتی سے اچھال دیا — پتھر تیر کی طرح فرزانہ کے سر کی طرف آیا۔ کوئی اور ہوتا تو اس پتھر سے بچنا بہت مشکل تھا؛ تاہم فرزانہ خود کو بچا گئی — اور تیسرا پتھر آرٹی بناشا پر مارنے کے لیے جھکی، اس نے دیکھا، آرٹی بناشا بھی پتھر ہاتھ میں تول رہا تھا — کچھ بھی ہو، فرزانہ نے اس کا اوپر چڑھنا تو روک ہی دیا تھا — اس بار اس نے پتھر نہیں پھینکا: البتہ پھینکنے کی ایکٹنگ ضرور کی — ادھر سے آرٹی بناشا نے پتھر چلایا — فرزانہ پہلے ہی ہوشیار تھی — ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر پتھر کے زمین پر گرتے ہی آگے جھکی اور اپنا پتھر نیچے دے مارا — یہ پتھر آرٹی بناشا کے کندھے کو چھوتا ہوا نیچے گرا، لیکن جبلا اس سے اس کا کیا بگڑتا — اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا:

"بہت خوب، واقعی بہت تیز ہو تم۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پھر پتھر اٹھایا اور پیچھے ہٹنے لگا — ایسے میں اس نے سڑک کی طرف دیکھا — اسے ایک جیپ آتی نظر آئی —

"اوہو، شاید تمہارے والد آگئے ہیں۔" یہ متنابہ مقتوی — ذرا دیکھیں تو سہی، وہ کیا کر آئے ہیں — اور ہاں تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

"مسٹر روڈس اور وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔" فرزانہ بولی —

"ویری گڈ — روڈس کو میں اپنے ہاتھ سے بھی سزا دوں گا، اگر وہ تم لوگوں کے ہاتھ سے بچنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"ضرور دیجیے گا — اسے سزا ملتے دیکھ کر ہمیں بہت خوشی ہو گی۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

آرٹی بناشا نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر سڑک کی طرف مڑ گیا۔ فرزانہ بھی اسی سمت میں دیکھنے لگی۔ جلد ہی اس نے جیپ کو رکتے دیکھا۔ پھر انسپکٹر جمشید اور محمود جیپ سے اتر کر مکان کی طرف بڑھنے لگے —

"ہیلو انسپکٹر — کیا رہا؟"

"ہم نے فائل کرنل دوہرا کے حوالے کر دی — صدر صاحب کی زندگی ہمارے لیے زیادہ ضروری ہے۔"

"جب تک کرنل دوہرا آ کر اس کی تصدیق نہیں کر دیتے، میں تمہاری بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" آرٹی بناشا نے کہا۔

"ٹھیک ہے، وہ آتے ہی ہوں گے۔"

ادھر فرزانہ نے اپنے والد کے الفاظ سنے تو اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا — اس کے دل سے ایک ہوک اُٹھی — کاش، ابا جان نے فائل اس کے حوالے نہ کی ہوتی —

"یہاں کیا حالات ہیں —" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تمہارے دونوں بچے بہت شریر ہیں — انہوں نے چھت پر کچھ گڑبڑ مچائی ہے — ابھی مجھے اوپر جا کر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔"

انسپکٹر جمشید نے چھت کی طرف دیکھا، وہاں فرزانہ کھڑی نظر آئی — اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی — انہوں نے اس مسکراہٹ کو بغور دیکھا اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں جھکا لیں۔

"مسٹر آرٹی بناشا، میرے خیال میں تو اب آپ صدر صاحب کو کھولنے کا حکم دے دیں۔" انہوں نے کہا۔

"ابھی نہیں، پہلے کرنل دوہرا یہاں پہنچیں گے اور مجھے اطلاع

دیں گے کہ سب کام ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہو گیا ہے — اس وقت میں انہیں کھولنے کا حکم دوں گا — بلکہ اس سے پہلے تم لوگوں کو ہاتھ اوپر اُٹھانے کا حکم دیا جائے گا — تم سے تمہارے ہتھیارے لیے جائیں گے، پھر صدر صاحب کو کھول دیا جائے گا اور تمہیں بھی ان کے ساتھ اس کمرے میں بند کر دیا جائے گا، پھر ہم چلے جائیں گے — تم لوگ بعد میں کمرے سے نکلتے رہنا۔"

"اچھا، جیسے آپ کی مرضی۔" انہوں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی — ہر کوئی سوچ میں ڈوب گیا — پھر ایک کار آتی نظر آئی - وہ سب اُسے دیکھنے لگے۔

آرٹی بناشا نے حیرت بھری نظروں سے کار کو دیکھا اور پھر بڑبڑایا —

"یہ — یہ کار کرنل دوہرا کی تو نہیں ہے۔"

"کیوں، ان کے پاس کونسی کار ہے؟" محمود بولا۔

"کرنل دوہرا ایک مدت سے تمہارے ملک میں قیام پذیر ہیں اور ہمارے ملک کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں — اس منصوبے کی تفصیلات انہیں پہنچا دی گئی تھیں، اس لیے وہ ہوٹل کاشان میں آ کر ٹھہر گئے، لیکن ان کے پاس سفید رنگ کی مزدا ہے جب کہ آنے والی کار شیورلیٹ ہے۔" آرٹی بناشا نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"ہو سکتا ہے، ان کی کار خراب ہو گئی ہو اور انہوں نے یہ

کار کرائے پر لی ہو — شہر میں کرائے کی کاروں کی بھی کئی ایجنسیاں
ہیں۔"

"ہوں، شاید یہی بات ہے۔"

آخر شیورلیٹ نزدیک آ گئی — اس میں سے کرنل دوہرا اترتا
نظر آیا —

"اوہ، یہ تو کرنل دوہرا ہی ہیں — بہت خوب — ہیلو کرنل،
کیا رہا۔"

"کامیابی۔"

"کامیابی، مگر آپ کی آواز کو کیا ہوا؟"

"اچانک انفلوئنزا کا شکار ہو گیا ہوں — معاہدے کی
مائیکروفلم بنا چکا ہوں اور اب وہ ہر طرح محفوظ ہاتھوں میں ہے۔"

"بہت خوب، اب آپ لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دیں تاکہ آپ
کے پاس سے ہتھیار حاصل کر لیے جائیں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ابا جان۔" اوپر سے فرزانہ نے
روڈس والا پستول تانتے ہوئے کہا —

"کیا مطلب؟" آرٹی باناشا نے چونک کر کہا —

"ابا جان، ان دونوں کو گرفتار کر لیں، ہمیں ان سے معاہدہ
واپس حاصل کرنا ہے — یہ لوگ اب صدر صاحب کو کوئی نقصان
نہیں پہنچا سکتے۔"

"ارے کیا واقعی؟" انسپکٹر جمشید چہکے —

"ہاں۔"

"لڑکی، شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

"بہت سے لوگ میرے بارے میں یہ رائے قائم کر لیتے
ہیں، لیکن ان کا خیال درست نہیں ہوتا۔" فرزانہ مسکرائی —

"بہت خوب فرزانہ — فاروق کہاں ہے؟"

"فاروق صدر صاحب والے کمرے میں موجود ہے۔"

"واہ، مزا آ گیا۔" محمود چلایا —

"بکواس ہے، وہ کمرے میں کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"اگر یقین نہیں آتا تو اوپر آ کر دیکھ لو۔" فرزانہ بولی۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو، تمہارا بھائی اس وقت کمرے
کے اندر موجود ہے اور میرے چاروں ساتھی بے بس ہو چکے ہیں۔"
آرٹی باناشا نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"ہاں، نہ صرف یہ، بلکہ صدر صاحب کی کرسی سے بندھی
سلاخیں بھی کھولی جا چکی ہیں اور اب انہیں بموں سے کوئی خطرہ
نہیں۔"

"وہ مارا۔" انسپکٹر جمشید بچوں کے سے انداز میں چلائے —

پھر بلند آواز میں بولے:

"فاروق، فرزانہ تم نے وہ کام کیا ہے جس کی شاباش بھی

دینا مشکل ہے۔"

"لیجیے، ہم تو شاباش سے بھی محروم رہ گئے۔" اندر سے فاروق کی مایوسانہ آواز سنائی دی —

"اس کی آواز سن کر آرٹی نباشا کا رنگ اڑ گیا؛ تاہم اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا:

"کرنل، کیا فائل تمہارے قبضے میں ہے؟"

"ہاں مسٹر نباشا، فائل کے بارے میں آپ فکرمند نہ ہوں۔"

"تو پھر ہم یہ بازی نہیں ہارے، ہمارا اصل مقصد تو معاہدے کی فائل حاصل کرنا ہے اور وہ ہم حاصل کر چکے ہیں۔"

"لیکن اب تم لوگ فرار کس طرح ہو سکو گے۔ حالات کی باگ ڈور اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔ پہلے اپنے ساتھیوں کو دیکھ لوں۔" یہ کہہ کر وہ صدر صاحب والے دروازے کی طرف بڑھا —

"ٹھہرو مسٹر آرٹی ..... نباشا ..... اگر تم نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو میں گولی چلا دوں گا۔" انسپکٹر جمشید نے دھمکی دی، لیکن ان کی دھمکی کا اس پر خاک بھی اثر نہ ہوا — دروازے پر پہنچتے ہی اس نے ایک زبردست ٹکر دروازے پر ماری — دوسری طرف کی چٹخنی شاید پہلے ہی گرائی جا چکی تھی؛ چنانچہ دروازہ دھڑام

سے کھل گیا — اس نے اندر کا منظر حیرت زدہ انداز میں دیکھا —

جورڈن اور اس کے ساتھی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے فرش پر اکڑوں بیٹھے تھے اور آہستہ آواز میں بار بار کہہ رہے تھے۔ "ہائے یہ ہماری آنکھوں کو کیا ہوا، اُف مر گئے" — فاروق ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا — اور صدر صاحب کرسی پر آرام سے بیٹھے مسکرا رہے تھے۔ ان کی رسیاں کھل چکی تھیں اور رسیوں کے ٹکڑے فرش پر پڑے تھے۔

ادھوری کامیابی

آرٹی بناشا بوکھلا کر مڑا اور کرنل دوہرا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"کرنل دوہرا، یہ تو پانسہ ہی پلٹ گیا ہے — ہمارے لیے یہ بھی ممکن نہیں رہا کہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر فرار ہو سکیں، ان لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے — اب یہی مناسب ہے کہ ہم دونوں نکل چلیں — اب تم — تم بھی اس ملک میں نہیں رہ سکو گے؛ لہٰذا تم بھی میرے ساتھ ہی چلو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بناشا۔" کرنل دوہرا بولا۔

"پھر بھی ہم اس اطمینان سے یہاں سے رخصت ہوں گے کہ معاہدہ ہم نے حاصل کر لیا ہے۔"

"لیکن آرٹی بناشا، آپ فرار کس طرح ہو سکیں گے۔ کیا آپ ہمیں بے دست و پا سمجھتے ہیں؟"

"تمہارے اگر چار چار بھی ہاتھ پیر ہوں، تب بھی تم مجھے اور

کرنل دوہرا کو نہیں روک سکتے۔"

"کرنل دوہرا تو میرے اشارے کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے — رہ گئے آپ تو آپ کے اٹھے ہوئے قدم میں روکنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا کہا، کرنل دوہرا تمہاری اجازت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔" آرٹی بناشا نے گلا پھاڑ کر کہا۔

"ہاں، اگر یقین نہیں تو اسے حرکت کرنے کی دعوت دو۔"

آرٹی بناشا نے گھبرا کر کرنل دوہرا کی طرف غور سے دیکھا اور پھر اس پر جیسے بجلی گری۔

"یہ — یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں — تم نے کرنل دوہرا کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

"وہ اس وقت ہمارے ملک کی بہترین حوالات میں ہے۔ جہاں اس کی خاطر تواضع شایان شان طریقے سے کرنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور یہ — یہ کون ہے جو کرنل دوہرا کے روپ میں کھڑا ہے۔"

"یہ میرے اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام ہیں — ان کے ماتحت کرنل دوہرا کو ہوٹل کاشان سے گرفتار کر کے لے جا چکے ہیں — انہیں کرنل دوہرا کے روپ میں لانے کا مقصد یہ تھا کہ میں مہلت

حاصل کرنا چاہتا تھا۔ صرف اتنی کہ آپ جورڈن اور اس کے ساتھیوں کو صدر صاحب کو ہلاک کرنے کا حکم نہ دے سکیں۔ پہلے میں آپ پر ہاتھ ڈالتا اور پھر آپ کے ذریعے جورڈن کو یہ حکم دلاتا کہ صدر صاحب کو کھول دو۔ لیکن یہاں تو صورتِ حال ہی اور ہے۔ فاروق اور فرزانہ نے کام ہی نیا دکھایا ہے۔ کیوں بھئی، تم کمرے میں کس طرح اتر گئے؟" انہوں نے مسکرا کر فاروق کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

فاروق نے سیر کے بہانے باہر نکلنے اور پھر چھت پر جانے کا حال کہہ سنایا، وہاں روڈس سے بات چیت کا ذکر کیا اور پھر ساری تفصیل کہہ سنائی کہ کس طرح شہد کی مکھیوں کا کام تمام کر کے وہ روشندان میں لٹک گیا۔ آرٹی نباشا، اکرام، محمود اور انسپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں یہ کہانی سنتے رہے۔ اس کے خاموش ہونے پر محمود کے منہ سے نکلا:

"آج تو ابا جان، فاروق میرے بھی کان کاٹ گیا۔"

"ارے نہیں تو۔ اب اتنا بڑا الزام تو نہ دو۔ تمہارے کان تو تمہارے چہرے پر موجود ہیں اور بالکل پورے موجود ہیں۔" فاروق نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اب جو وہ آرٹی نباشا کی طرف مڑے تو وہ غائب تھا۔ انہوں نے تیزی سے سڑک کی طرف دیکھا۔ دور بہت دور آرٹی نباشا

دوڑا چلا جا رہا تھا۔

دراصل وہ سب فاروق کی کہانی میں مگن ہو چکے تھے۔ اس دوران میں فرزانہ بھی نیچے اتر آئی تھی۔ اس لیے وہ بھی اسے فرار ہوتے نہ دیکھ سکی؛ ورنہ اوپر سے وہ اسے آسانی سے دیکھ لیتی۔

"اکرام، تم یہیں ٹھہرو صدر صاحب کے پاس۔ محمود، فاروق، فرزانہ اگر یہ فرار ہو گیا تو مجھے زندگی بھر صدمہ رہے گا۔"

اور وہ سب بے تحاشا انداز میں دوڑ پڑے۔ انسپکٹر جمشید نے اپنا پستول ہاتھ میں لے لیا اور اندھا دھند ایک فائر اس سمت جھونک مارا۔ جس طرف آرٹی نباشا گیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں شاید اتنا تیز کبھی نہیں دوڑے ہوں گے۔ آرٹی نباشا اب انہیں ایک چھوٹے سے دھبے کی مانند نظر آ رہا تھا، ان کی کوشش یہ تھی کہ یہ دھبہ بڑا ہوتا چلا جائے۔ لیکن ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا تھا۔ انسپکٹر جمشید دو تین انتہائی لمبی چھلانگیں لگا کر ان سے کافی آگے نکل گئے تھے اور شاید انہیں دھبہ بڑا ہوتا نظر آنے لگا تھا اور پھر ان کا اور ان کے والد کا درمیانی فاصلہ بہت زیادہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک دھبہ دائیں طرف کی پہاڑیوں میں مڑ گیا۔ اور ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد جب وہ اس جگہ پہنچے جس جگہ آرٹی نباشا

دائیں طرف مڑا تھا تو انسپکٹر جمشید اور آرٹی نباشا دونوں کا کوئی پتا نہیں تھا — انہوں نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔

"کیا آرٹی نباشا فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے گا؟"

فرزانہ نے حسرت زدہ لہجے میں کہا —

"ساری غلطی تمہاری ہے — تمہیں نیچے اُترنے کی کیا ضرورت تھی؟" محمود نے جھلا کر کہا۔

"واقعی یہ میری غلطی ہے اور اس کے لیے مجھے بہت افسوس ہے۔"

"اگر وہ فرار ہو گیا تو ہماری ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔" فاروق نے کہا —

عین اسی وقت انہوں نے پہاڑیوں میں ایک فائر کی آواز سُنی — پہاڑیاں گونجتی چلی گئیں — اس کے ساتھ ہی دوسرا فائر ہوا — ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"شاید ابا جان اور اس میں ٹھن گئی ہے۔"

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے — اب ہم اس تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا —

"ہاں یہ ٹھیک ہے — اب ہمیں فائروں کی سمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

وہ آگے بڑھنے لگے — چند سیکنڈ بعد دو فائر پھر ہوئے،

اس مرتبہ انہیں کسی قدر اندازہ ہو گیا — تینوں تیزی سے اس سمت میں بڑھنے لگے — ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ گولیوں کا یہ کھیل ایسا ہی تھا۔ کسی کے بھی لگ سکتی تھی اور پہاڑیوں کے درمیان مقابلہ بہت طویل بھی ہو سکتا تھا۔

اچانک ایک گولی ان کے سروں پر سے گزرتی ہوئی نکل گئی — تینوں فوراً نیچے جھک گئے — اب وہ جھکے جھکے چلنے لگے۔ کیونکہ گولیاں چلنے کے مقام سے زیادہ دور نہیں رہ گئے تھے —

"ہمیں آرٹی نباشا کی پشت پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔" فرزانہ نے سرگوشی کی —

"ظاہر ہے ہم اس کی پشت پر ہی پہنچ سکتے ہیں۔ سامنے کی طرف تو اس کے پستول سے نکلنے والی گولیاں ہمارا استقبال کریں گی — اور ظاہر ہے ہم گولیوں سے استقبال کرانا پسند نہیں کریں گے۔" فاروق بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے اس بار بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے — ابا جان تو صدر صاحب کی زندگی کی طرف سے تقریباً" مایوس تھے۔" محمود بول پڑا۔

"کیا مطلب؟" فاروق اور فرزانہ چونکے —

"ان کا خیال ہے کہ کرنل دوہرا کے منہ سے یہ لفظ سُننے کے بعد کہ فائل ان کے قبضے میں آ گئی ہے وہ پہلے ہم پر قابو پا

اور پھر اندر موجود جورڈن اور اس کے ساتھیوں کو صدر صاحب کو
شوٹ کرنے کا حکم دے دیتا۔ پھر ہمارا بھی یہی حشر ہوتا۔"

"اگر موجودہ صورتِ حال نہ ہوتی تو ابا جان کا کیا کرنے کا
ارادہ تھا؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"کرنل دوہرا کے آتے ہی وہ آرٹی نباشا کا منہ دبوچ لیتے اور
اس کے حلق سے آواز نہ نکلنے دیتے، پھر اس کی آواز میں جورڈن
کو حکم دیتے کہ صدر صاحب کو کھول دو۔ منصوبے میں تبدیلی کر دی
گئی ہے۔"

"لیکن پھر بھی خطرہ بہت زیادہ باقی رہتا۔ یہ ضروری نہیں
کہ جورڈن یہ حکم مان لیتا۔ ہو سکتا ہے، اسے کچھ خاص ہدایات دی
گئی ہوں۔"

"ہاں، اس کا امکان ہے۔ خیر، اب تو کچھ معاملہ ہی اور
ہو گیا ہے۔ تم نے میدان مار لیا ہے۔"

"سچ بات تو یہ ہے کہ میں میدان مارنے سے بہت ڈرتا
ہوں۔ دیکھو نا، ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ میدان ہی کسی دن مجھے
مار ڈالے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا یہ بے کار کی باتیں پھر ہو جائیں گی۔ پہلے آرٹی نباشا کے
بارے میں سوچو۔" فرزانہ بولی۔

"اور وہ فائل اس وقت کہاں ہے؟" فاروق کو اچانک خیال آیا۔

"ابا جان کے کپڑوں کے نیچے۔" محمود نے بتایا۔

"کیا؟" فرزانہ چلا اٹھی۔

"کیوں، اس میں اس قدر زور سے چلانے کی کیا ضرورت پڑ
گئی۔" محمود حیران رہ گیا۔

"عقل کے ناخن لو محمود، ابا جان اور آرٹی نباشا آپس میں چمٹ
گئے ہیں۔ یہ سارا چکر اس فائل کے لیے چلایا گیا ہے، اور اب وہ
فائل ابا جان کے پاس موجود ہے۔" فرزانہ نے بوکھلائے ہوئے انداز
میں کہا۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں آرٹی
نباشا ان سے فائل چھیننے میں کامیاب ہو جائے گا، جب کہ ابھی وہ
ایک دوسرے سے دور رہ کر گولیوں سے مقابلہ کر رہے ہیں اور
آرٹی نباشا کو یہ بات معلوم بھی نہیں ہے کہ فائل ابا جان کے
پاس موجود ہے۔" محمود نے فرزانہ کو گھورا۔

"محمود، سمجھنے کی کوشش کرو۔ آرٹی نباشا جیسے لوگ بہت
تیزی سے اندازے لگا لیتے ہیں اور لڑائی میں کس کا پلہ بھاری رہتا
ہے، یہ کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا جیراں، جیتاں اور کالی آنکھ کی مثالیں
تمہارے سامنے نہیں؟"

"ہوں، تم ٹھیک کہتی ہو۔" محمود پہلی مرتبہ فکر مند نظر آیا۔

"تو پھر ہمارے لیے بہتر یہی رہے گا کہ جلد از جلد ابا جان کے

آس پاس پہنچ جائیں" فرزانہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے' آؤ" فاروق نے کہا۔

لیکن عین اسی وقت انہوں نے پتھر کے مکان کی طرف سے کوئی چیخنے کی آواز سنی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے — انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' جیسے کہہ رہے ہوں' کیوں بھئی اب کیا کریں۔

ان کے جانے کے بعد اکرام' صدر صاحب والے کمرے میں داخل ہوا — صدر صاحب اب پہلے سے بہتر حالت میں تھے۔ اکرام نے اپنا تعارف کرایا تو وہ مسکرائے — وہ انہیں سہارا دے کر باہر لے آیا — صدر صاحب کرسی پر بیٹھ گئے — جورڈن اور اس کے ساتھی اسی طرح بیٹھے کراہتے رہے — اکرام کے پاس رسیاں نہیں تھیں؛ ورنہ وہ انہیں باندھ دیتا اور اس کے بعد ان کی آنکھوں میں پانی ڈال دیتا — اس طرح وہ اس تکلیف سے نجات پا لیتے' لیکن اس صورت میں کہ ان کے ہاتھ پیر کھلے تھے اور وہ یہاں صدر صاحب کے ساتھ بالکل اکیلا تھا۔ وہ ان کی آنکھوں میں پانی نہیں ڈال سکتا تھا — دوسرے اسے چھت پر موجود بے ہوش روڈس کا خیال بھی ستا رہا تھا — وہ اسے بے ہوشی کی حالت میں نیچے کسی طرح بھی نہیں لا سکتا تھا'

کیونکہ یہاں لکڑی یا لوہے کی سیڑھی تو لگی ہوئی تھی نہیں' پتھروں کے ذریعے ہی اوپر چڑھنا پڑتا — چڑھنا تو اتنا مشکل نہیں تھا' لیکن کسی بے ہوش آدمی کو لے کر نیچے اترنا تقریباً ناممکن تھا — یہی وجہ تھی کہ اکرام پریشان تھا — وہ سوچ رہا تھا' کہیں روڈس کو ہوش نہ آ جائے اور وہ کوئی حرکت نہ کر بیٹھے — ادھر انسپکٹر جمشید' محمود' فاروق اور فرزانہ آرٹی باشا کے تعاقب میں جا چکے تھے — ان کا دور دور تک پتا نہیں تھا؛ البتہ پہاڑیوں میں سے فائرنگ کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں —

"سر' میں ذرا ایک نظر اوپر ڈال آؤں — ایک دشمن اوپر بھی موجود ہے۔"

"اوہ ہاں' میں اس کی فاروق اور فرزانہ سے گفتگو سنتا رہا ہوں" — صدر صاحب بولے —

"اس وقت وہ بے ہوش ہے' لیکن کسی وقت بھی ہوش میں آ کر خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' تم اسے دیکھ آؤ اور بے شک آتے ہوئے ایک آدھ ہاتھ اس کے سر پر اور رسید کرتے آنا' تاکہ اس کے جلد ہوش میں آنے کا امکان نہ رہے۔"

ان کی اجازت ملتے ہی اکرام پتھروں پر پاؤں رکھتا اور ہاتھوں کے بل پر اوپر اٹھتا چھت کی طرف بڑھنے لگا — یہاں تک کہ وہ

پر پہنچ گیا — اس نے دیکھا۔ روڈس چھت پر بے حس و حرکت پڑا
تھا — اس نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔
پہلے اسے ہلا جلا کر دیکھا، پھر چھت پر پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر اس
کے سر پر مارنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا ہی تھا کہ دھڑام سے نیچے
گرا — روڈس تو جھوٹ موٹ کا بے ہوش بنا پڑا تھا — موقع ملتے ہی
اس نے اکرام کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیں —

ادھر اکرام گرا، ادھر روڈس اسے چھاپ بیٹھا — صدر صاحب
نے چھت پر کسی کے دھڑام سے گرنے کی آواز سنی تو چونک کر بولے:

"اکرام، کیا بات ہے، خیر تو ہے؟"

"سر، میں اس سے بھڑا ہوا ہوں، آپ نیچے ہی رہیے بلکہ بہتر
ہو گا، ادھر ادھر چھپ جائیے — راستے سے نیچے اتر کر پہاڑیوں
میں پناہ لیجیے — کیونکہ، کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں، یہ شخص
مجھ سے بہت زیادہ طاقت ور ہے۔" اکرام نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ، تب تو مجھے تمہاری مدد کے لیے اوپر آ جانا چاہیے۔"

"نہیں جناب عالی، آپ کا اوپر آنا خطرناک ثابت ہو سکتا
ہے۔ مہربانی فرما کر فوراً مکان کے راستے سے نیچے اتر جائیے اور
پہاڑیوں میں کہیں چھپ جائیے — میں کوشش کروں گا کہ اس پر
قابو پا لوں اور اسے آپ تک آنے کے قابل نہ رہنے دوں۔"

"اچھا، اگر تم کہتے ہو تو میں یہی کیے لیتا ہوں — ویسے میرا

دل نہیں مانتا کہ تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر پہاڑیوں کے درمیان چلا
جاؤں۔" صدر صاحب بولے۔

"ایک آدمی اگر مصیبت میں گھر جائے تو یہ اس سے کہیں
بہتر ہے کہ پوری قوم مصیبت میں گھر جائے — آپ کے خطرہ مول
لینے کی صورت میں پوری قوم پریشانی میں مبتلا ہو سکتی ہے — خدا کے
لیے دیر نہ کیجیے۔"

"اچھی بات ہے۔"

روڈس اکرام کو رگڑے ڈال رہا تھا اور اکرام نے اپنے دونوں
بازو اس کی کمر کے گرد ڈال کر کس دیے تھے۔ اس کی کوشش تھی
کہ وہ کسی طرح اس سے الگ نہ ہو جائے اور نیچے نہ چلا جائے۔
دوسری طرف روڈس نے جب یہ دیکھا کہ صدر صاحب اب مکان سے
نکل کر پہاڑیوں کا رخ کر رہے ہیں تو اس نے منڈیر کی طرف
کھسکنے کے لیے زور لگانا شروع کر دیا تاکہ انہیں چھپتے ہوئے دیکھ
سکے — اکرام نے اس کی نیت بھانپ لی؛ چنانچہ وہ مخالف سمت
میں زور لگانے لگا — نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں اسی جگہ رہے۔ کوئی
ادھر یا ادھر کھسکنے میں کامیاب نہ ہو سکا — اس صورت حال نے
روڈس کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا — اچانک اس نے اکرام کا
گلا دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا اور اس پر زور لگانے لگا۔ اکرام
کا دم گھٹنے لگا — ایسے میں اسے اپنے پستول کا خیال آیا — لیکن

پستول جیب سے نکالنے کے لیے اس کی کمر پر سے ہاتھ ہٹانے پڑ
رہے تھے — آخر اس نے بایاں بازو تو کمر پر ہی جمائے رکھا، دایاں
بازو ہٹا کر جیب کی طرف لے گیا — روڈس نے اپنی کمر کو آزاد
محسوس کیا تو اس کا گلا چھوڑ کر ایک دم اٹھنے کی کوشش کی۔
اکرام اگر اس کی ٹانگوں میں ٹانگ نہ اڑا دیتا تو وہ ایک ہی
چھلانگ میں منڈیر کی چھت پر پہنچ گیا تھا — ٹانگ اڑنے سے
وہ دھڑام سے گرا — اس وقت اکرام پستول جیب سے نکالنے میں
کامیاب ہو گیا — روڈس نے بھی پستول دیکھ لیا، فوراً ہی اس
کا پاؤں اکرام کے ہاتھ پر زور سے لگا اور پستول اس کے ہاتھ سے
نکل گیا — روڈس نے پستول کی طرف چھلانگ لگائی۔ ادھر اکرام بھی
تڑپ کر پستول کی طرف بڑھا — لیکن اتنی دیر میں روڈس کا ہاتھ
پستول تک پہنچ چکا تھا — پستول پر قبضہ کرتے ہی روڈس نے ہانپتے
ہوئے کہا:

"اب تم مجھے منڈیر تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔"

اکرام نے فوراً اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور جذبات سے
بھرپور آواز میں بولا:

"جب تک میرے جسم میں خون گردش کر رہا ہے، تم منڈیر
تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"کیا بات کرتے ہو۔ دیکھتے نہیں، میرے ہاتھ میں پستول

موجود ہے اور اس کی ایک گولی تمہارا کام تمام کر دے گی۔" روڈس
ہنسا —

"پروا نہیں، زندگی ختم ہوتی ہے، ہو جائے۔ میں تمہیں اس
کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم صدر صاحب کے چھپنے کی جگہ دیکھ
لو۔"

"اگر اب بھی تم نے میری ٹانگیں نہ چھوڑیں تو میں گولی چلا
دوں گا۔"

"ٹانگیں نہیں چھٹیں گی — تم گولی چلا دو۔"

روڈس کو غصہ آ گیا — اس نے نالی کا رخ اکرام کے
سینے کی طرف کیا — اس کی آنکھوں میں دیکھا اور بولا:

"اپنے ملک اور ملک کے صدر سے تمہیں واقعی سچی محبت
ہے — جب تک تم جیسے لوگ زندہ ہیں — اس ملک پر برا وقت
نہیں آ سکتا: لہذا برا وقت لانے کے لیے تم جیسوں کو ختم کرنا
ہمارے لیے ضروری ہے — سب سے پہلے تم ہی جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے فائر کر دیا —

❦

دائیں طرف مڑتے ہی انسپکٹر جمشید نے آرٹی بانتا کو دیکھ لیا

تھا۔ انہوں نے بھاگتے بھاگتے جیب سے پستول نکالا اور اس پر فائر جھونک دیا — فائر کی آواز کے ساتھ ہی آرٹی بناشا گرا تھا، لیکن پھر اٹھ کر بھاگ نکلا — گولی اس کے نہیں لگ سکی تھی۔ اچانک وہ ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا اور پھر اس نے بھی پستول نکال کر فائرنگ شروع کر دی — انسپکٹر جمشید نے بھی چٹان کی اوٹ لے لی اور موقع محل دیکھ کر فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے — اس صورتِ حال نے انہیں پریشان کر دیا، کیونکہ اس طرح معاملہ بہت طول کھینچ سکتا تھا — جب کہ وہ اس معاملے کو جلد از جلد ختم کر دینا چاہتے تھے — وہ جلد از جلد آرٹی بناشا کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ایسے میں انہیں آرٹی بناشا کی طرف سے چلائی جانے والی پے در پے گولیوں کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا تھا — وہ سوچ رہے تھے کہ اگر آرٹی بناشا گرفتار نہ ہوا تو یہ کامیابی ادھوری رہ جائے گی۔

اچانک انہوں نے مکان کی طرف سے فائر کی آواز سنی۔ وہ پریشان ہو گئے — ان کا خیال فوراً روڈس کی طرف گیا — اس کے ساتھ ہی انہوں نے محسوس کر لیا، آرٹی بناشا بھی مکان کی طرف مڑ گیا تھا — شاید وہ بھی اس جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا اور اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ گولی کے چلنے میں ضرور روڈس کا ہاتھ ہے۔ فائرنگ میں اب کمی آ چلی تھی — دونوں مکان تک پہنچنے

کے چکر میں تھے — ایسے میں انسپکٹر جمشید نے سوچا، کیوں نہ وہ آرٹی بناشا سے پہلے مکان تک پہنچنے کی کوشش کریں — یہ سوچ کر انہوں نے ایک چکر کاٹا اور چٹانوں کی اوٹ لیتے ہوئے لمبی لمبی چھلانگیں لگاتے مکان کی طرف بڑھنے لگے — آرٹی بناشا نے ان کی طرف سے فائرنگ کا سلسلہ بند پا کر خود بھی تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا — دونوں کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں موجود ہیں — یہ سلسلہ تقریباً پندرہ منٹ تک چلتا رہا اور پھر انسپکٹر جمشید مکان کے راستے کے قریب پہنچ گئے، لیکن اب وہ راستے پر نہیں جا سکتے تھے۔ اس طرح آرٹی بناشا اسے دیکھ لیتا اور گولی کا نشانہ بنا دیتا — وہ سوچ میں ڈوب گئے کہ کیا کریں۔ اچانک انہوں نے آرٹی بناشا کی آواز سنی:

"انسپکٹر جمشید، تم جیتی ہوئی بازی ہار گئے ہو — اگر تم میرا تعاقب نہ کرتے اور مجھے فرار ہونے کا موقع دے دیتے تو یہ برا وقت نہ دیکھنا پڑتا — صدر صاحب اس وقت میرے پستول کی زد میں ہیں، بلکہ میں نے پستول کی نالی ان کی کنپٹی پر رکھ دی ہے — اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ سامنے آ جاؤ۔"

"مسٹر آرٹی بناشا زندہ باد۔" نزدیک سے ہی روڈس کی آواز سنائی دی —

"روڈس، تم یہیں ہو۔"

محفوظ جگہ ہے — یہ لوگ اس تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"تم غلط کہتے ہو جمشید، صورتِ حال پہلے کی نسبت تھوڑی سی مختلف ہے؛ ورنہ صدر صاحب اب بھی ہمارے قبضے میں ہیں۔"

"لیکن اب یہ کمرے میں قید نہیں ہیں اور نہ ان کی کرسی کے ساتھ ڈائنامیٹ بندھے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس سے کیا فرق پڑ جائے گا — یہ ہیں تو میرے پستول کی زد میں۔"

"خیر، میں سامنے آ رہا ہوں۔"

"جمشید، میں نے تمہیں کیا حکم دیا ہے۔" صدر صاحب نے ناخوش گوار آواز میں کہا۔

"معاف کیجیے گا جنابِ عالی، آپ یہ معاملہ میری مرضی پر چھوڑ چکے ہیں؛ لہٰذا میں جو کرنا چاہتا ہوں، مجھے کر لینے دیجیے۔"

"جمشید، اس طرح یہ لوگ تمہیں ایک بار پھر فائل لانے پر مجبور کر دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں، فائل اب ان کی پہنچ سے بہت دور ہو چکی ہے۔" انہوں نے کہا اور اوٹ سے نکل کر سامنے آ گئے —

"اپنے بچوں سے بھی کہو، وہ بھی سامنے آ جائیں۔"

"وہ بے چارے تو اس جگہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے،

"یس مسٹر نباشا، میں نے انسپکٹر جمشید کے اسسٹنٹ کو گولی کا نشانہ بنا دیا ہے۔"

"نہیں۔" انسپکٹر جمشید پوری قوت سے چلائے۔

"یقین نہیں آتا تو چھت پر جا کر دیکھ لو۔" روڈس کی آواز سنائی دی —

انسپکٹر جمشید سکتے میں آ گئے — اکرام سے ان کا ساتھ بہت پرانا تھا — اسے ان سے بے تحاشا محبت تھی — وہ ان کے لیے ہر وقت جان دینے کے لیے تیار رہا کرتا تھا اور آج وہ یہ سن رہے تھے کہ اسے گولی مار دی گئی ہے — اسی وقت انہوں نے صدر صاحب کی آواز اسی سمت سے آتی سنی جس طرف سے آرٹی نباشا بول رہا تھا —

"ہاں جمشید، یہ درست ہے، وہ میری زندگی بچانے کے لیے اپنی جان پر کھیل گیا۔"

"اوہ۔"

"اور اب میں آرٹی نباشا کے قبضے میں ہوں، لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سامنے ہرگز نہ آنا، یہ مجھے گولی مارتے ہیں تو مار دیں — تم فائل کو بچا لو — فائل ان کے ہاتھوں نہیں لگنی چاہیے۔"

"آپ فائل کے بارے میں پریشان نہ ہوں، وہ اب بہت

جس جگہ سے ہم آئے ہیں۔"

"میں نہیں مانتا، وہ ضرور یہیں کہیں ہوں گے۔"

"ٹھہرو، میں انہیں آواز دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے:

"محمود، فاروق، فرزانہ، تم جہاں کہیں بھی ہو، میرے پاس پہنچ جاؤ۔"

جواب میں انہیں ان میں سے کسی کی آواز بھی سنائی نہ دی۔

اس پر آرٹی بناشا نے کہا:

"میں جانتا ہوں، وہ یہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"میں انہیں آواز دے چکا ہوں — وہ ضرور یہاں سے کافی فاصلے پر ہیں؛ ورنہ میری آواز سن کر ضرور سامنے آ جاتے۔"

"وہ اس طرح سامنے نہیں آئیں گے — میں انہیں سامنے لاؤں گا۔" آرٹی بناشا نے خونخوار لہجے میں کہا اور پھر بلند آواز میں کہا:

"محمود، فاروق اور فرزانہ میں جانتا ہوں، تم آس پاس ہی کہیں موجود ہو — تم فوری طور پر انسپکٹر جمشید کے ساتھ آ کر کھڑے ہو جاؤ — ورنہ میں انہیں گولی کا نشانہ بناتا ہوں۔"

اس پر بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا — پہاڑیاں انہیں سائیں سائیں کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔ شاید اس صورتِ حال سے وہ بھی دم بخود ہو گئی تھیں —

"اچھا تو میں دس تک گنوں گا، اگر تم اس پر بھی سامنے نہ آئے تو گولی چلا دوں گا — اگر اپنے باپ کی زندگی بچانا چاہتے ہو تو سامنے آ جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے لیے رُکا اور پھر گننے لگا:

"ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو۔" نو پر وہ پھر رُکا — اس نے انسپکٹر جمشید کے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھا۔ لیکن تینوں دُور دور تک نظر نہ آئے — آخر اس نے بلند آواز سے کہا:

"دس۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے پستول والا ہاتھ اوپر اٹھایا، جیسے دکھانا چاہتا ہو کہ وہ فائر کرنے لگا ہے — عین اس وقت تین پتھر بیک وقت اس کی طرف تیر کی طرح آئے — ان میں سے دو آرٹی بناشا کے سر پر پڑے اور تیسرے نے اس سے ذرا آگے کھڑے روڈس کے سر کا رُخ کیا — یہ بھی نشانے پر بیٹھا — دونوں کے منہ سے بھیانک آوازیں نکلیں اور وہ گرتے چلے گئے۔

"شاید ان تینوں نے کام دکھا دیا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے، پھر اکرام کا خیال آتے ہی ان کی مسکراہٹ بجھ گئی — وہ تیزی سے آرٹی بناشا کے قریب پہنچے، اس کے سر سے خون اُبل رہا تھا اور وہ مکمل طور پر بے ہوش تھا — روڈس کا حال بھی اس سے مختلف نہیں

تھا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ سہمے ہوئے چہرے لیے کھڑے تھے۔ صدر صاحب کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"ابا جان۔ انکل اکرام" ان تینوں کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز میں نکلا۔

"میں اسے دیکھتا ہوں ۔۔ میرے خدا" انسپکٹر جمشید نے کپکپاتی آواز میں کہا اور پھر وہ تیزی سے اوپر چڑھتے چلے گئے۔ چھت پر پہنچ کر انہوں نے اکرام کا جائزہ لیا۔ خون اس کے چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ انہوں نے اس کی نبض دیکھی، پھر دل کی دھڑکن محسوس کی ۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ چلا اُٹھے:

"یہ ۔۔ یہ ابھی زندہ ہے ۔۔ لل ۔۔ لیکن ۔۔ اب اسے نیچے کس طرح لایا جائے؟" انسپکٹر جمشید ہکلائے۔

"اوہ" وہ سوچ میں ڈوب گئے ۔۔ آخر فرزانہ نے کہا:

"ابا جان، جورڈن اور اس کے ساتھیوں کی قمیصیں اتار لیجیے ۔ انہیں آپس میں باندھ کر آپ ان میں انکل کو باندھ کر نیچے لٹکا سکتے ہیں"

"نہیں، قمیصیں اتنا وزن برداشت نہیں کر سکیں گی، لیکن ایک دوسری ترکیب ہے ۔۔ خیر، تم ان کی قمیصیں نکلوا کر اوپر پھینک دو" انہوں نے کہا۔ فرزانہ فوراً کمرے میں داخل ہوئی اور بولی:

"مسٹر جورڈن، تم اور تمہارے ساتھی اس تکلیف سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں، ضرور چاہتے ہیں"

"اچھا تو اپنی قمیصیں نکال دو"

"کیا قمیصیں نکالنے سے تکلیف کم ہو جائے گی" جورڈن نے جلدی سے کہا۔

"ہاں" فرزانہ مسکرائی۔

انہوں نے جلدی جلدی قمیصیں اتار کر پھینک دیں ۔۔ فرزانہ انہیں اٹھا کر باہر لے آئی ۔۔ انسپکٹر جمشید نے اکرام کے پیٹ پر دو قمیصیں باندھ دیں ۔۔ پھر اسے اٹھا کر منڈیر تک لائے اور اس کا ایک بازو پکڑ کر سیڑھی کے نزدیک دھڑ کو نیچے لٹکا دیا، پھر خود جس قدر نیچے جھک سکتے تھے، جھکتے چلے گئے ۔۔ محمود، فاروق اور فرزانہ پہلے ہی سیڑھی کے قریب چلے آئے تھے ۔ انہوں نے ہاتھ بڑھائے، لیکن ان کے ہاتھ اکرام کے پیروں کو چھو سکے جب کہ اسے سیدھا سنبھالنے کے لیے گھٹنوں کے اوپر سے پکڑنا ضروری تھا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید بولے:

"میں سیڑھی پر ایک ہاتھ کے ذریعے نیچے اترنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ کم از کم ایک سیڑھی تک نیچے تو پہنچ ہی جاؤں گا اور اس طرح تم اکرام کو گھٹنوں کے اوپر سے پکڑ سکو گے"

یہ کہہ کر انہوں نے پیٹ کے بل لٹکتے ہوئے اپنے پاؤں
نیچے لٹکا دیے۔ اس عالم میں کہ ان کے دوسرے ہاتھ میں
اکرام کا پورا بوجھ لدا ہوا تھا۔ صدر صاحب حیرت سے منہ کھولے
نیچے کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آخر ان سے رہا نہ گیا۔ وہ
بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کے نزدیک چلے آئے اور اکرام کو
سنبھالنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ ان کے ہاتھ اکرام کے
گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ اتنے میں انسپکٹر جمشید نچلی سیڑھی پر
قدم رکھ چکے تھے۔

"اب تم انہیں چھوڑ دو جمشید، ہم مل کر سنبھال لیں گے۔
اور گرنے نہیں دیں گے۔"

صدر صاحب کے ساتھ محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی اکرام کو
سنبھالا اور آہستہ آہستہ انسپکٹر جمشید اس کا ہاتھ چھوڑتے چلے گئے۔
یہاں تک کہ اس کا پورا جسم ان چاروں کے ہاتھوں میں منتقل ہو
گیا۔ انہوں نے اسے احتیاط سے نیچے لٹا دیا۔ انسپکٹر جمشید نیچے
اترے اور بولے:

"اکرام کو فوری طور پر ہسپتال پہنچانا ضروری ہے اور یہاں چھ
مجرم بغیر بندھے پڑے ہیں۔ اب یہی کیا جا سکتا ہے کہ میں اسے
جیپ میں ڈال کر شہر لے جاؤں اور وہاں سے رسی وغیرہ لے کر
یہاں آؤں، تاکہ انہیں باندھ کر لے جایا جا سکے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

"اس دوران تم تینوں ان لوگوں کا پوری طرح خیال
رکھو گے۔ چھ پتھر ہاتھوں میں لیے تیار بیٹھے رہنا۔ جونہی ان میں
سے کوئی ہلتا جلتا نظر آئے، ایک پتھر ان کے رسید کر دینا۔"

"جی بہت بہتر۔ ہم یہی کریں گے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

چند منٹ بعد انسپکٹر جمشید اکرام کو جیپ میں لادے اڑے
جا رہے تھے اور وہ ان کی جیپ کو دور ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔
یہاں تک کہ جیپ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ انتہائی تیز رفتاری
اور احتیاط کے ساتھ چلتے وہ ہسپتال پہنچ گئے۔ انہوں نے اکرام
کو تو سول سرجن کے حوالے کیا اور خود واپس مڑے۔ انہوں نے
ایک جگہ رک کر نائیلون کی ڈوری خریدی اور پھر جیپ میں بیٹھ
رہے تھے کہ ایک آواز نے انہیں چونکا دیا:

"وہ رہے، انہیں گرفتار کر لیا جائے۔"

انہوں نے چونک کر اس سمت میں دیکھا۔ اسی وقت دو
تین آدمی انہیں تیزی سے اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔ انہوں
نے سوچا، ان سے بات چیت کرنے میں وقت ضائع ہوگا؛ لہذا
کیوں نہ نکل چلوں؛ چنانچہ وہ چھلانگ مار کر جیپ میں سوار ہوئے
اور اسے فل سپیڈ پر چھوڑ دیا۔

"پکڑو، جانے نہ پائیں۔ انہیں گرفتار کرنا بہت ضروری ہے۔"

کسی نے چلا کر کہا۔

ان کی طرف آنے والے بے تحاشا جیپ کی طرف دوڑے۔ لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے ــــ انسپکٹر جمشید مسکرا کر رہ گئے۔ پھر ان کے ہونٹ بھنچ گئے۔ تین کاریں ان کے تعاقب میں آ رہی تھیں اور ان کی رفتار بھی بہت تیز تھی ــــ درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہونے لگا تھا ــــ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے رفتار اور بڑھا دی۔ وہ چاہتے تھے، ان کے نزدیک پہنچنے سے پہلے پہاڑی مکان تک پہنچ جائیں، تاکہ وقت ضائع نہ ہو ــــ ادھر تعاقب کرنے والوں کے پاس بڑی کاریں تھیں اور وہ آندھی اور طوفان کی طرح تعاقب میں چلے آ رہے تھے ــــ انسپکٹر جمشید رفتار بڑھاتے چلے گئے۔

ان کی جیپ سڑک پر اچھلنے لگی۔

بُری خبر

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل دوڑ کے بعد وہ پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئے ــــ دُور سے انہیں پہاڑی مکان دکھائی دینے لگا۔

انہوں نے دیکھا، محمود، فاروق اور فرزانہ دروازے پر کھڑے تھے۔ ان کی نظریں سڑک پر جمی تھیں ــــ جیپ کو دیکھ کر ان کے چہروں پر اطمینان کے آثار جھلک اٹھے تھے، پھر ان کے تعاقب میں تین کاروں کو دیکھ کر وہ چونک اُٹھے:

"شاید کوئی ابا جان کے تعاقب میں ہے۔" محمود بولا۔

"آنے دو، دیکھ لیتے ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

جیپ کی آواز سن کر صدر صاحب بھی باہر نکل آئے ــــ وہ کرسی میں بیٹھے آرام کر رہے تھے ــــ پھر ان کی نظریں بھی تعاقب کرنے والی کاروں پر جم گئیں ــــ اتنے میں انسپکٹر جمشید مکان کی سڑک تک آ گئے۔ انہوں نے جیپ روک لی، اس کے فوراً بعد تینوں کاریں ایک دوسرے کے پیچھے آ کر رُک گئیں ــــ ان میں سے

اترنے والوں میں سب سے آگے شیر اکرم تھا — صدر صاحب کو
ریکارڈ دیکھ —

"ٹھہریے مسٹر جمشید، آپ کو حراست میں لیے جانے کے احکامات
صادر کیے جا چکے ہیں — آپ پر الزام ہے کہ آپ نے صدر صاحب
کے ریکارڈ سے ایک فائل جعل سازی سے حاصل کی اور جب
ایک سرکاری آدمی نے آپ کا تعاقب کیا تو آپ نے اس کے
ناک کی ہڈی پر چوٹ مار کر اسے زخمی کر دیا، وہ اب ہسپتال میں
ہے — ایک الزام یہ بھی ہے کہ صدر صاحب ایک تفریحی مقام پر
گئے ہوئے تھے، اب وہ وہاں نہیں ہیں — خیال ہے کہ ان کی
گم شدگی میں آپ کا ہی ہاتھ ہے؛ ورنہ آپ کے پاس ان کے
ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کہاں سے آئی، آپ نے وہ تحریر ان
سے زبردستی لکھوائی ہو گی؛ لہذا آپ مہربانی فرما کر دونوں ہاتھ
سر سے بلند کر کے ہماری طرف مڑیں، تاکہ آپ کو گرفتار کیا جا
سکے۔"

صدر صاحب نے یہ الفاظ حیرت زدہ انداز میں سنے۔ وہ
محمود، فاروق اور فرزانہ کے پیچھے کھڑے تھے اور شیر اکرم کی نظر ابھی
تک نہ پڑی تھی — انسپکٹر جمشید پہلے تو مسکرائے اور پھر بولے:

"یہ ٹھیک ہے، میں نے ایک سرکاری آدمی پر ہاتھ اٹھایا
ہے، لیکن میں مجبور تھا۔ اس وقت حالات بہت نازک تھے۔
باقی آپ نے جو الزامات لگائے ہیں، بالکل غلط ہیں۔"

"یہ جواب عدالت میں دیتے رہیے گا۔"

"شیر اکرم، یہ کیا بکواس ہے۔" صدر صاحب اب برداشت
نہ کر سکے — گرجدار آواز میں بول اٹھے — شیر اکرم ان کی آواز سن
کر دھک سے رہ گیا — اس نے اور اس کے ساتھیوں نے پھٹی پھٹی
آنکھوں سے صدر صاحب کو دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آئے۔

"سر، آپ یہاں؟" شیر اکرم کے منہ سے بوکھلائے ہوئے
لہجے میں نکلا —

"ہاں، انسپکٹر جمشید نے جو کچھ بھی کیا ہے، بہت خوب
کیا ہے — ان کا جواب نہیں — یہ اگر نہ ہوں تو نہ جانے کیا
کیا چکر ملک اور قوم کے ساتھ چل جائیں۔ آج میری زندگی ان
کی وجہ سے بچ گئی؛ ورنہ اس وقت یہاں میری لاش ملتی —
فائل اگر دشمنوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی اور اس سے جو نقصان
ملک کو پہنچتا، بیان سے باہر ہے اور تم انہیں گرفتار کرنے چلے
ہو — وہ بھی اس لیے کہ انہوں نے کسی سرکاری آدمی پر ہاتھ
اٹھایا ہے۔ کیوں جمشید، کیا وہ تمہارے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا
تھا۔" شیر اکرم سے کہتے کہتے وہ انسپکٹر جمشید سے مخاطب ہو گئے

"جی ہاں، میں فائل لے کر نکلا تو اس نے میرا تعاقب شروع
کر دیا۔ ظاہر ہے تعاقب شیر اکرم صاحب کی ہدایت پر ہی کیا گیا۔"

"اس لیے سر، کہ آپ کی ہدایات تھیں کہ فائل آپ کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہ جائے" شیر اکرم نے جلدی سے کہا۔

"لیکن جب میرے ہاتھ کی تحریر تم تک پہنچ گئی تھی تو پھر انسپکٹر جمشید کا تعاقب کرانے کی کیا ضرورت تھی" صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"سر، فائل ان کے حوالے کرنے کے بعد میں نے فوراً آپ کو فون کیا، لیکن ریلیٹ ہاؤس سے کسی نے جواب ہی نہ دیا۔ اس پر میرے کان کھڑے ہوئے اور میں نے ان کے تعاقب کا حکم دے دیا۔"

"ہوں، خیر جو ہونا تھا، ہوگیا۔ جب یہاں پر بیتنے والے واقعات سنو گے تو اس وقت تمہیں پتا چلے گا کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"میرا خیال ہے سر، پہلے ہمیں مجرموں کو باندھ لینا چاہیے۔"

"مجرم؟" شیر اکرم چونک اٹھا۔

"جی ہاں، مجرم" صدر صاحب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آرٹی ناشا اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر شیر اکرم اور اس کے ساتھی حیرت زدہ رہ گئے۔ ادھر انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ انہیں مضبوطی سے باندھنے میں مصروف تھے۔ اس دوران میں صدر صاحب نے مختلف الفاظ میں شیر اکرم کو بتا دیا کہ وہاں کیا ہوا ہے۔ شیر اکرم اور اس کے ساتھی خوف سے زرد پڑتے چلے گئے۔

چھ کے چھ مجرموں کو باندھنے کے بعد چاروں ان کے قریب آئے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

"سر، ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں۔"

"ضرور ضرور، تمہیں اجازت لینے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"بہت بہتر۔ بات یہ ہے سر، کہ یہ معاہدہ آپ کے اور ہمارے دوست ملک کے صدر کے درمیان نہایت خفیہ طور پر ہوا تھا۔ اس معاہدے اور معاہدے کی فائل کے بارے میں صرف آپ کو اور انہیں معلوم تھا۔ سوال یہ ہے کہ پھر آرٹی ناشا کو اس کے بارے میں کس طرح معلوم ہوگیا۔"

صدر صاحب انسپکٹر جمشید کا سوال سن کر سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر بولے:

"دوست ملک کے صدر کی آمد ہمارے ملک میں خفیہ نہیں تھی۔ شاید آرٹی ناشا یا اس کے ملک کے سیاست دانوں نے کسی خفیہ معاہدے کا اندازہ لگا لیا ہو۔"

"اندازہ تو وہ ضرور لگا سکتے ہیں جناب عالی، لیکن انہیں یہ کس طرح معلوم ہو سکتا تھا کہ معاہدے کی فائل آپ کے دفتر کے خفیہ

ریکارڈ روم میں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔
صدر صاحب دھک سے رہ گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ چونک اٹھے۔ صدر صاحب کی نظریں شیر اکرم کی طرف گھوم گئیں۔ انسپکٹر جمشید پہلے ہی اسے تیز نظروں سے گھور رہے تھے۔

"شیر اکرم، انسپکٹر جمشید کے اس سوال کا جواب تم دو گے؟"
صدر صاحب کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ محمود نے جیب سے پستول نکال لیا۔ اس ڈر سے کہ کہیں شیر اکرم پستول نہ نکال لے۔

"نہیں بھئی، اس کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر محمود سے کہا۔

"شیر اکرم، تم خاموش کیوں ہو۔ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"یہ غلطی واقعی مجھ سے ہوئی سر، اور میں اپنی غلطی کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کیا مطلب؟" صدر صاحب چونکے۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"میری بیوی کا بھائی کچھ دنوں سے ہر روز ہمارے ہاں آ رہا تھا۔ وہ گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ باتوں باتوں میں وہ یہ خیال بھی ظاہر کرنے لگا کہ اس بار جو دوست ملک کے صدر آئے تھے، ضرور کوئی خفیہ معاہدہ کرنے آئے تھے۔ کیونکہ اخبارات میں ان کی آمد کے بارے میں کچھ بھی شائع نہیں ہوا کہ وہ کیوں آئے تھے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ کسی خفیہ معاہدے کے لیے ہی نہیں آئے تھے۔ جب ہر روز ہی اس نے یہ باتیں شروع کر دیں تو ایک دن بے خیالی میں میرے منہ سے نکل گیا کہ ہاں وہ خفیہ معاہدہ طے کرنے آئے تھے اور معاہدہ ہو بھی چکا ہے۔ بس میں ان الفاظ کا گنہگار ہوں۔ میں حیران ہوں کہ آرٹی بناشا کا میرے سالے سے کیا تعلق ہے؟"

"یہ لوگ اسی طرح سے لوگوں کو اپنا مطلب نکالنے کے لیے گانٹھ لیا کرتے ہیں۔ آپ کے سالے کو کوئی لمبا چوڑا لالچ دیا گیا ہوگا۔ اب یہ تو اس سے پوچھ گچھ کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ اس نے آرٹی بناشا تک آپ کے الفاظ پہنچا دیے ہوں گے۔ اور ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں تھا کہ خفیہ معاہدہ خفیہ ریکارڈ روم میں ہے اور آپ کی نگرانی میں ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آرٹی بناشا موقعے کا منتظر رہا۔ اتفاق سے صدر صاحب آرام کی غرض سے ریسٹ ہاؤس میں منتقل ہو گئے اور وہاں سے اس نے انہیں اغوا کر لیا۔ ریسٹ ہاؤس میں تو آپ اپنے آدمی بھیج چکے ہوں گے۔ کیونکہ صدر صاحب کا حفاظتی عملہ یا تو مارا جا چکا ہوگا یا انہیں بے ہوش کیا گیا ہوگا۔"

"جی نہیں، میں ابھی یہ نہیں کر سکا۔"

"ہاں، آپ کو تو صرف میری فکر تھی۔ دراصل جب میں نے فائل نکلوانے کے لیے آپ کو صدر صاحب کی تحریر دی۔ اسی

وقت آپ گھبرا گئے تھے — آپ کو یاد آ گیا تھا کہ آپ اپنے سالے
سے فائل کے بارے میں کہہ چکے ہیں — کہیں یہ راز کسی اور کو تو معلوم
نہیں ہو گیا — یہی وجہ تھی کہ آپ نے میرا تعاقب کرایا اور جب
میں آپ کے آدمی سے پیچھا چھڑا کر نکل گیا تو آپ نے بڑے پیمانے
پر میری تلاش شروع کرا دی، بلکہ خود بھی نکل پڑے اور جب میں اکرام
کو ہسپتال پہنچا کر نکلا تو آپ لوگوں نے مجھے دیکھ لیا۔"

"ہوں، ضرور یہی بات تھی — شیر اکرم، تم نے بھی جرم کیا
ہے، لیکن تم سے بڑا مجرم تمہارا سالا ہے — میں اسے گرفتار کرنے
کی ہدایت کرتا ہوں، تاکہ معلوم ہو اس نے کتنی رقم کے بدلے
ملک کی عزت کا سودا کیا تھا۔"

"اسے فوری طور پر گرفتار کر کے پوچھ گچھ کی جائے گی جناب
عالی، آپ مطمئن رہیے۔" شیر اکرم نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد آرٹی بناشا اور اس کے ساتھیوں کو شیر اکرم
اور اس کے ساتھیوں کی کاروں پر لادا جا چکا تھا اور وہ شہر کا
رخ کر رہے تھے — دوسرے دن کے اخبارات نے پورے ملک
میں ہل چل مچا دی — ایک اتنا بڑا واقعہ نہایت خاموشی سے ہو
گیا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی تھی — خبر ہوئی
تو دوسرے دن کے اخبارات پڑھ کر — صدر صاحب نے دفتر پہنچتے ہی
اخبار رپورٹروں کو بلا لیا تھا: تاہم انہوں نے خفیہ معاہدے کی

فائل کے بارے میں انہیں کچھ نہیں بتایا تھا، صرف اتنا بیان دیا تھا
کہ دشمن ایک اہم فائل اڑانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے —
ادھر گھروں میں اخبار پہنچے، ادھر لوگوں کو یہ دھماکا خیز خبر
پڑھنے کو ملی اور اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی
بجی — دوسری طرف پروفیسر داؤد تھے —

"صبح کی نماز کے بعد اخبار دیکھا تو معلوم ہوا کہ تم لوگ کیا
کرتے پھر رہے ہو — یہ اچھی بات نہیں کہ مجھے بتائے بغیر جہاں
جی چاہے کود جاؤ — خیر، میں اور شائستہ مبارک دینے کے لیے خود
آ رہے ہیں۔"

"ضرور ضرور۔" انسپکٹر جمشید ہنس کر بولے — ریسیور رکھ کر مڑے
ہی تھے کہ گھنٹی پھر بجی۔

"یہ انکل خان رحمان ہوں گے۔" فاروق مسکرایا — دوسری طرف
واقعی خان رحمان تھے —

"بھئی کیا تم لوگوں نے میرا بالکل بائیکاٹ کر دیا ہے جو اب
کسی مہم کے دوران میں پوچھنا تک چھوڑ دیا ہے۔"

"غلط سمجھے رحمان — یہ معاملہ تو اچانک شروع ہوا تھا —
بس صدر صاحب کا فون ملا اور ہم وہاں پہنچ گئے۔"

"خیر خیر، میں، بیگم اور بچے آ رہے ہیں — خوب خبر لیں گے
تم لوگوں کی۔" خان رحمان کی آواز سے بے پناہ خوشی ٹپک رہی

"پروفیسر بھی آ رہے ہیں — ہم انتظار کر رہے ہیں۔" تھی—
"بس، ہم پہنچا ہی چاہتے ہیں۔" یہ کہتے ہی خان رحمان نے
فون بند کر دیا — انسپکٹر جمشید پھر فون رکھ کر مڑے، لیکن فوراً ہی
گھنٹی بجی — اس مرتبہ صدر صاحب تھے:
"بھئی جمشید، اب تم انسپکٹر اچھے نہیں لگتے — تمہیں ضرور ترقی
منظور کر لینی چاہیے — جس عہدے پر بھی چاہو، میں براہ راست
ترقی کر دوں۔"

"مجھ پر یہ ظلم نہ کیجیے جناب، اس ملازمت میں رہ کر میں
خوب کام کر لیتا ہوں — ترقی لے لی تو کرسی میز اور صرف
دستخطوں کا ہو کر رہ جاؤں گا۔"

"اچھا خیر، اس مسئلے پر پھر بات کریں گے — فی الحال تو
حکومت کی طرف سے محمود، فاروق اور فرزانہ کے لیے انعام سن
لو — حکومت نے انہیں تین خصوصی اجازت نامے دینے کا اعلان
کیا ہے — ان اجازت ناموں کی رو سے انہیں بھی تمہاری طرح
کسی بھی معاملے میں ٹانگ اڑانے کی اجازت ہوا کرے گی۔"

"ارے باپ رے — یہ نہ کیجیے جناب — یہ بہت پر پرزے
نکال لیں گے۔"

"یہ تو اب ہو چکا ہے جمشید۔" صدر صاحب ہنس کر بولے۔

اور ان کے ریسیور رکھنے کے بعد انہوں نے بھی مرے مرے انداز
میں ریسیور رکھ دیا۔
"کیا ہوا ابا جان، کیا کوئی بری خبر سنی ہے؟" فرزانہ نے
پریشان ہو کر کہا۔
"ہاں، بہت بری — صدر صاحب تمہیں تین خصوصی اجازت
نامے دے رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مردہ آواز میں بولے۔
"ارے، یہ بری خبر ہے — بھئی واہ، اس سے زیادہ مزیدار
بات اور کیا ہوگی؟" فرزانہ چلائی۔
"صدر صاحب۔" فاروق نے نعرہ لگایا۔
"زندہ باد۔" فرزانہ نے جوابی نعرہ لگایا۔
اس کے بعد پھر تو فون کا سلسلہ شروع ہو گیا — انہیں فون
پر فون موصول ہونے لگے — ہر کوئی انہیں مبارک دینے کے لیے
گھر سے روانہ ہونے کی اطلاع دے رہا تھا — یہ دیکھ کر فاروق
گھبرا گیا۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا:
"امی جان جلدی سے دو تین دیگچے چائے کے تیار کر لیں۔
یا پھر چائے کی ایک دیگ ہی پکا لیں اور دو تین من بسکٹ
وغیرہ ہم لے آتے ہیں۔"

اس کی بات پر وہ مسکرا ہی رہے تھے کہ دروازے کی
گھنٹی بجی — یہ انداز پروفیسر داؤد کا تھا — اس کے فوراً بعد پھر

گھنٹی بجی — اس بار گھنٹی خان رحمان نے بجائی تھی — شاید دونوں گھرانے ساتھ ہی پہنچے تھے — اور انہوں نے الگ الگ اپنے اپنے طور پر گھنٹی بجانا ضروری خیال کیا تھا — وہ سب مسکرا دیے اور ایک ساتھ دروازے کی طرف بڑھے —

○